مفہومِ قرآن بدلنے کی واردات

افادات:
حضرت علامہ ڈاکٹر حافظ محمد اشرف آصف جلالی
فاضل بھکھی شریف، فاضل بغداد شریف
ایم اے عربی (پنجاب یونیورسٹی) پی ایچ ڈی (پنجاب یونیورسٹی)

ناشر: مکتبہ فیضانِ اولیاء
جامع مسجد عمر روڈ کاموکے ضلع گوجرانوالہ فون: 0435-2266

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مفہوم قرآن بدلنے کی خطرناک واردات

افادات

علامہ ڈاکٹر حافظ محمد اشرف آصف جلالی

مرتب

محمد نعیم اللہ خاں - بی ایس سی - بی ایڈ ایم اے

ناشر

مکتبہ فیضان اولیاء : جامع مسجد عمر روڈ کامونکے

نام کتاب ______ مفہوم قرآن بدلنے کی واردات

افادات ______ حضرت علامہ ڈاکٹر حافظ محمد اشرف آصف جلالی
فاضل بھکھی شریف، فاضل بغداد شریف
ایم اے عربی، پی ایچ ڈی پنجاب یونیورسٹی

مرتب ______ محمد نعیم اللہ خان
بی ایس سی۔ بی ایڈ، ایم اے اردو۔ پنجابی۔ تاریخ

ناشر ______ مکتبہ فیضان اولیاء
جامع مسجد عمر رضی اللہ عنہ روڈ کاموں کے ضلع گوجرانوالہ

کمپوزنگ ______ کمپوسرو کمپیوٹر انسٹی ٹیوٹ، کاموں کے

باراول ______ مئی 2002

باہتمام ______ محمد سرور اویسی

قیمت ______

کتاب ملنے کے پتے

ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور۔ کراچی، شبیر برادرز لاہور، فرید بک سٹال اردو بازار لاہور، پروگریسو بکس لاہور، اسلام بک ڈپو لاہور، مکتبہ نوریہ رضویہ لاہور، مکتبہ نبویہ لاہور، سنی کتب خانہ دربار مارکیٹ لاہور، مکتبہ جمال کرم دربار مارکیٹ لاہور، مکتبہ اعلیٰ حضرت دربار مارکیٹ لاہور، مکتبہ قادریہ دربار مارکیٹ لاہور، مسلم کتابوی دربار مارکیٹ لاہور، مکتبہ رضائے مصطفےٰ چوک دارالسلام گوجرانوالہ، مکتبہ قادریہ چوک میلاد مصطفےٰ گوجرانوالہ، مکتبہ مہریہ رضویہ نور مسجد کالج روڈ ڈسکہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہ

اَلصَّلوٰۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَارَسُوْلَ اللّٰہ
وَعَلٰی اٰلِکَ وَاَصْحَابِکَ یَاحَبِیْبَ اللّٰہ

الانتساب

شیخ المحدثین، جنیدِ زمان، حافظ الحدیث امام العصر

حضرت پیر سید محمد جلال الدین شاہ نقشبندی قادری، نور اللہ مرقدہ

کے نام جنہوں نے جامعہ محمدیہ نوریہ رضویہ بھکھی شریف ایسی علمی روحانی

اور ملی تحریک کے ذریعے مجھ جیسے ہزاروں افراد کو خدمت دین کے لئے

تیار کیا۔

محمد اشرف آصف جلالی

الاهداء

مفکرِ اسلام، فاضلِ جلیل، مفسرِ کبیر، مجاہدِ تحریکِ پاکستان وتحریکِ ختم نبوت، مناظرِ بے نظیر، خطیبِ لاثانی، آفتابِ ولایت

شیخُ القرآن علاّمہ محمد عبد الغفور ہزاروی رحمتہ اللہ علیہ

کے نام جو قرآن مجید کی تفسیر اس انداز سے فرماتے، کہ سامعین کے دلوں پر ہمیشہ ہمیشہ کے لئے نقش ہو جاتی۔ اللہ رب العزت سے دعا ہے کہ اے اللہ عزوجل! ان کی قبر انور پر کروڑ ہا رحمتیں نازل فرما (آمین)

بندہ ناچیز طالب شفاعت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم
محمد نعیم اللہ خان

عرضِ مرتب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ط

نَحْمَدُهٗ وَ نُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِهِ الْكَرِيْمِ ط

مجھے عالم اسلام کے عظیم اسکالر (Scholar) حضرت علامہ ڈاکٹر حافظ محمد اشرف آصف جلالی مدظلہ العالی (فاضل بھکھی شریف فاضل بغداد شریف ایم اے عربی، پی ایچ ڈی پنجاب یونیورسٹی) کی ''مفہوم قرآن بدلنے کی خطرناک واردات'' کے موضوع پر تقریر سننے کا اتفاق ہوا تو میں آپ کے وسعت مطالعہ، مؤثر انداز بیاں اور قرآنی آیات و احادیث سے مزین زبردست دلائل سے انتہائی متاثر ہوا۔ وہابیوں کے ظہور بے نور کے بعد سے لے کر قرآن وحدیث کے ظاہری استدلالات کی آڑ میں فکری آوارگی مسلسل بڑھتی جارہی ہے۔ جو خود قرآن کی معنوی تحریف کے مرتکب ہیں وہ خود کو عالم قرآن ثابت کر رہے ہیں یعنی چور بھی کہے چور چور والا معاملہ ہے۔

اس بے عملی اور دین سے بے راہ روی کے عروج کے دور میں میڈیا کی مدد سے اور دنیاوی مال و دولت کی بہتات کی وجہ سے یہ شر پسند فرقہ گمراہ کن لٹریچر چھاپ کے اور مفت تقسیم کر کے سطحی علم رکھنے والے لوگوں کو گمراہ کر رہا ہے۔ لہٰذا انتہائی ضرورت ہے کہ ان کے اس طرح کے گمراہ کن لٹریچر کا ہر سطح پر بھرپور مقابلہ کیا جائے۔ اسی ضرورت کو محسوس کرتے

ہوئے میں نے ڈاکٹر صاحب کے اس موضوع کے انتہائی فکر انگیز اور بے مثال دو بیانات کو صفحہء قرطاس پر منتقل کرنے کا ارادہ کیا اور اللہ تبارک وتعالیٰ کے فضل وکرم سے اب یہ کتابی صورت میں آپ کے سامنے پیش کرر ہے ہیں۔ علماء کرام اور مقررین حضرات سے درخواست ہے کہ وہ ڈاکٹر صاحب کی سعی محمود سے فائدہ اٹھائیں اور اپنے عوام کو اس خطرناک واردات سے آگاہ کریں۔

ضرورت اس امر کی ہے کہ ڈاکٹر صاحب کے ڈیڑھ سو سے زائد بیانات جو کہ تقریباً ہر موضوع پر ہیں اور آپ کے کثرت مطالعہ اور تحقیق کا ثمرہ ہیں، ان کو کتابی صورت میں اکٹھا کر کے چھاپنے کا اہتمام کیا جائے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ سے دعا ہے کہ اے اللہ عز وجل! ہمیں اس دور کے فتنوں سے ہر طرح سے محفوظ فرما اور ہمیں اپنے انعام یافتہ لوگوں کے صراط مستقیم پر چلا جن پر تو نے انعام فرمایا۔ (آمین)

بندہ ناچیز پر تقصیر طالب شفاعت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم

محمد نعیم اللہ خان قادری

بی ایس سی۔ بی ایڈ

ایم اے اردو۔ پنجابی۔ تاریخ

مفہوم قرآن بدلنے کی خطرناک واردات

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ وَحۡدَہٗ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنۡ لَّا نَبِیَّ بَعۡدَہٗ وَ عَلٰی آلِہٖ وَ اَصۡحَابِہِ الَّذِیۡنَ اَوۡفُوۡا عَہۡدَہٗ اَمَّا بَعۡدُ

فَاَعُوۡذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیۡطٰنِ الرَّجِیۡمِ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

وَاِنَّ مِنۡھُمۡ لَفَرِیۡقًا یَّلۡوٗنَ اَلۡسِنَتَھُمۡ بِالۡکِتَابِ لِتَحۡسَبُوۡہُ مِنَ الۡکِتٰبِ وَمَا ھُوَ مِنَ الۡکِتٰبِ۔

صَدَقَ اللّٰہُ الۡعَظِیۡمُ وَ صَدَقَ رَسُوۡلُہُ النَّبِیُّ الۡکَرِیۡمُ الۡاَمِیۡنُ

اِنَّ اللّٰہَ وَ مَلٰٓئِکَتَہٗ یُصَلُّوۡنَ عَلَی النَّبِیِّ یٰۤاَیُّھَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا صَلُّوۡا عَلَیۡہِ وَ سَلِّمُوۡا تَسۡلِیۡمًاo

اَلصَّلٰوۃُ وَ السَّلَامُ عَلَیۡکَ یَا سَیِّدِیۡ یَا رَسُوۡلَ اللّٰہ

وَ عَلٰی اٰلِکَ وَاَصۡحَابِکَ یَا سَیِّدِیۡ یَا حَبِیۡبَ اللّٰہ

مَوۡلَایَ صَلِّ وَ سَلِّمۡ دَائِمًا اَبَدًا

عَلٰی حَبِیۡبِکَ خَیۡرِ الۡخَلۡقِ کُلِّھِمِ

مُنَزَّہٌ عَنۡ شَرِیۡکٍ فِیۡ مَحَاسِنِہٖ

فَجَوۡھَرُ الۡحُسۡنِ فِیۡہِ غَیۡرُ مُنۡقَسِمِ

یَا اَکۡرَمَ الۡخَلۡقِ مَالِیۡ مَنۡ اَلُوۡذُ بِہٖ

سِوَاکَ عِنْدَ حُلُوْلِ الْحَادِثِ الْعَمَمِ

مَوْلَایَ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا

عَلٰی حَبِیْبِکَ خَیْرِ الْخَلْقِ کُلِّھِمِ

اللہ تبارک وتعالیٰ جل جلالہ و عم نوالہ و اتم برھانہ و اعظم شانہ کی حمد وثناء اور حضور پرنور شافع یوم النشور، دستگیر جہاں، غمگسار زماں، سیّد سروراں حامیٔ بیکساں، سیاح لامکاں، صاحب رمضان وقرآن، احمد مجتبیٰ، جناب محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے دربار گوہر بار میں ھدیہ درود وسلام عرض کرنے کے بعد۔

محترم سامعین! ماہ رمضان المبارک کی رحمتیں اپنے عروج پر ہیں۔ خالق کائنات جل جلالہٗ کی بخشش ومغفرت عام ہے۔ ایسے پاکیزہ، معطر اور منور لمحات میں جمعۃ المبارک کی فضیلتوں کے ہمراہ آج ہم اللہ کے گھر (مسجد) میں حاضر ہیں۔ دعا ہے خالق کائنات جل جلالہٗ ہم سب کی اس حاضری کو قبول فرمائے۔

گذشتہ جمعہ آپ نے ایک معاشرتی برائی کے خاتمے، ایک عملی خرابی اور عملی بگاڑ کو ختم کرنے کے سلسلہ میں ایک نہایت ہی اہم موضوع پر گفتگو سماعت فرمائی۔ آج کا موضوع اپنے لحاظ سے نہایت ہی منفرد اور نہایت ہی ضروری ہے۔۔ یہ ایک ایسا سبق ہے جو کہ پڑھایا جائے تو دینی مدارس کے سینئر (Senior) طلبہ کو۔ یہ سبق بندہ ناچیز کے طویل مطالعہ کا حاصل ہے۔ یہ میں آج آپ کے سامنے پیش کرنا چاہتا ہوں اور مجھے اس بات پر خوشی ہے کہ میرے سامعین بڑے دلیر ہیں جو ہر اہم سے اہم فکری مسئلہ کو

سننے میں دلچسپی بھی رکھتے ہیں اور سمجھنے کی کوشش بھی کرتے ہیں۔

محترم سامعین! پورا دین متین ہمارا نصاب ہے۔ قرآن مجید کی چند آیات ہی ہمارا نصاب نہیں ہیں بلکہ پورا قرآن مجید اور نبی کریم ﷺ کے فرامین اور سنتوں کا وسیع ذخیرہ بھی ہمارا نصاب ہے۔ اس لئے ہم یہ چاہیں گے کہ ہم باری باری علوم کے ان تمام جہانوں کی سیر کریں اور اپنے آپ کو عادی بنائیں کہ دین کی بات اگرچہ مشکل بھی ہو اسے سمجھنے کی کوشش کی جائے اور پھر سمجھ کر آگے اس کا عام چرچا کیا جائے۔

محترم سامعین! قرآن فہمی کے بڑے بلند بانگ دعوے کئے جاتے ہیں اور قرآن مجید کی تعلیمات کو عام کرنے کے لئے بڑے بڑے پروگرام چلتے ہیں۔ بلاشبہ، قرآن مجید کو سمجھنا اور پھر اس سے ہدایت حاصل کرنا، یہ ایک بڑا منصب ہے اور اس کے لئے بڑی شرائط ہیں۔ قرآن مجید برہان رشید کے اسلوب کو سمجھنا، انداز کو سمجھنا، مزاج کو سمجھنا اور پھر اس کی روشنی میں قرآن مجید کے مفہوم کو سمجھنا یہ بڑا مشکل کام ہے۔ قرآن مجید کا محض ترجمہ آجانا، اس کو قرآن فہمی نہیں کہا جاتا۔ قرآن فہمی بڑی دور کی بات ہے۔

میری ناقص سوچ اور رائے کے مطابق موجودہ دور میں جتنی بھی فکری الجھنیں پیدا ہوگئی ہیں، مختلف قسم کے گروہ اور طبقے بن گئے ہیں، مختلف قسم کے ٹولے اور مختلف قسم کے فرقے بن گئے ہیں ان کے بننے کی سب سے بڑی وجہ یہ ہے کہ قرآن مجید کے اسلوب کو نہ سمجھا گیا، قرآن مجید کے

مفہوم کو نہ سمجھا گیا بلکہ الٹا قرآن مجید کے مفہوم کو بدلنے کی کوشش کی گئی۔ ایک ہے ترجمہ بدلنا اور ایک ہے مفہوم کو بدلنا۔ قرآن مجید کے الفاظ کو تو کوئی نہیں بدل سکتا مگر ترجمہ میں لوگوں نے غلطیاں کیں۔ علمائے حق نے ان غلطیوں کی نشاندہی کی۔

ترجمہ کی غلطی کی چوری کو پکڑنا آسان ہے اور مخاطب کو اس پر مطلع کرنا بھی آسان ہے مگر اس سے آگے ایک خطرناک واردات ہے۔ وہ ہے مفہوم کو بدلنے کی واردات۔ ترجمہ تو صحیح کیا جائے مگر اس کا غلط مفہوم سامع کے لئے ظاہر کیا جائے۔ لوگوں نے قرآن مجید کی آیات کا مفہوم بدل بدل کے اس کو بگاڑ بگاڑ کے، اپنی ہوس اور باطنی خواہش کو اوروں پر مسلط کر کر کے، امت میں انتشار و افتراق پیدا کیا۔ مفہوم کو بدلنا یہ ہے کہ اس کے روئے سخن کو تبدیل کر دینا۔ قرآن مجید کا روئے سخن کچھ لوگوں کی طرف ہو اور اس کو بدل کے اوروں کی طرف کر دیا جائے۔ ترجمہ وہی ہے لفظ وہی ہیں مگر روئے سخن کو بدل دیا جائے تو اس سے سارے کا سارا مقصد ہی فوت ہو جاتا ہے۔ آج کے اس فکری بگاڑ اور سازشوں کے دور میں مفہوم بدلنے یعنی قرآن مجید کے الفاظ کا ترجمہ صحیح کر کے لیکن اس کا رخ تبدیل کرنے سے بہت سی غلط فہمیاں اور انتشارات پیدا ہوتے ہیں۔ مثال کے طور پر قرآن مجید کی جو آیات بتوں کے بارے میں تھیں اور اسی طرح جو کفار کے بارے میں تھیں یعنی ان کا روئے سخن تو کفار کی طرف تھا، ان کا رخ تو بتوں کی طرف تھا لیکن

کچھ لوگوں نے ترجمہ تو وہی کیا جو قرآنی آیات کا ہے لیکن ان کا رخ بدل دیا۔ ان آیات کا رخ کفار کی بجائے ولیوں کی طرف کر دیا۔ جس کی وجہ سے عظیم فساد پیدا ہوا۔ ایک عام انسان تو پریشان ہو کر رہ گیا۔ وہ کہتا ہے کہ یہ قرآن مجید کی آیت ہے۔ الفاظ قرآن مجید کے ہیں اور ترجمہ بھی ان الفاظ کا یہی ہے۔ مگر جو کچھ مجھے سمجھایا جا رہا ہے مجھے تو اس کی کچھ سمجھ نہیں آ رہی کہ جن لوگوں کے نام کو اللہ تعالیٰ نے صراط مستقیم کا نشان بنایا ہے، انہی لوگوں کے بارے میں ان آیات کے اندر مذمت کی جا رہی ہے۔

یہ تضاد کیوں ہے؟ یہ مطلب کس طرح پیدا ہوا؟ روز روشن کی طرح واضح ہے کہ یہ تضاد مفہوم قرآن مجید میں واردات کرنے کی وجہ سے پیدا ہوا، مفہوم قرآن کو بدلنے کی وجہ سے پیدا ہوا۔ میں اس سلسلہ میں قرآن مجید فرقان حمید سے آپ کو کچھ مثالیں پیش کرتا ہوں کہ ترجمہ صحیح کرتے ہوئے بھی کس طرح مفہوم قرآن مجید بدل سکتا ہے۔

قرآن مجید برہان رشید میں ایک جملہ آتا ہے

اِنۡ کُنۡتُمۡ صَادِقِیۡنَ

جس کا معنی ہے اگر تم سچے ہو

خالق کائنات نے یہ جملہ بہت سی ذوات کے بارے میں ارشاد فرمایا ہے۔ مثال کے طور پر اللہ تعالیٰ نے کفار مکہ سے کہا

وَاِنۡ کُنۡتُمۡ فِیۡ رَیۡبٍ مِّمَّا نَزَّلۡنَا عَلٰی عَبۡدِنَا فَاۡتُوۡا بِسُوۡرَۃٍ مِّنۡ

مِّثْلِهٖ وَ ادْعُوْا شُهَدَآءَ كُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ○

(پ 1 سورہ البقرۃ آیت نمبر 23)

اور اگر تمہیں کچھ شک ہو اس میں جو ہم نے اپنے (اس خاص) بندے (حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم) پر اتارا تو اس جیسی ایک سورت تو لے آؤ اور اللہ کے سوا اپنے سب حمایتیوں (بتوں) کو بلا لو اگر تم سچے ہو۔

اِنْ كُنْتُمْ صَادِقِيْنَ۔ اگر تم سچے ہو

قرآن مجید فرقان حمید نے تو اس ساری بات کا یعنی جو کفار کے ساتھ جھگڑا تھا، مشرکین کے ساتھ جھگڑا تھا، اس کا حل ایک ہی بات میں پیش کر دیا کہ اگر تم سچے ہو تو قرآن مجید کی مثل ایک سورت بنا کے لے آؤ مگر تم جھوٹے ہو، کذاب ہو، کافر ہو، تم سچے نہیں ہو، تم قرآن مجید کی مثل سورت بنا کے نہیں لا سکتے۔

اِنْ كُنْتُمْ صَادِقِيْنَ اگر تم سچے ہو

یہ جو اللہ کے باغیوں کے بارے میں بولا گیا، اللہ تعالیٰ کے دشمنوں کے بارے میں بولا گیا، اللہ تعالیٰ کے منکرین کے بارے میں بولا گیا، یہی جملہ اللہ تعالیٰ نے اپنے مقرب بندوں کے بارے میں بھی بولا ہے۔ قرآن مجید کے پہلے پارے میں ہی وہ آیت ہے جو میں نے ابھی پڑھی ہے۔ اور یہ آیت جو میں اب پڑھنے لگا ہوں یہ بھی قرآن مجید کے پہلے پارے میں ہی ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کا امتحان لیا تھا تو خالق کائنات نے ان سے فرمایا تھا۔

اَنْۢبِـُٔوْنِیْ بِاَسْمَآءِ هٰۤؤُلَآءِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ○

(پ 1 سورۃ بقرۃ آیت نمبر 31)

مجھے ان چیزوں (اشیاء) کے نام تو بتاؤ اگر تم سچے ہو۔

اِنۡ کُنۡتُمۡ صَادِقِیۡنَ (اگر تم سچے ہو)۔ یہی مشرکین کو کہا گیا، بت پرستوں کو کہا گیا، کفار کو کہا گیا اور یہی اِنۡ کُنۡتُمۡ صَادِقِیۡنَ فرشتوں کو بھی کہا گیا۔ فرشتے کون ہیں؟

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

بل عباد مکرمون   بلکہ میرے عزت والے بندے ہیں۔

عام بندے نہیں، اللہ تعالیٰ کے مطیع وفرمانبردار بندے ہیں۔ جن کا ہر ہر لمحہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں گزرتا ہے، جن کی خوراک اللہ تعالیٰ کی تسبیح کرنا ہے، یہ فرشتے اللہ کی بندگی میں عروج پر پہنچے ہوئے ہیں۔ خالق کائنات نے ان کو اپنا قرب عطا فرمایا ہے۔ وہ اللہ تعالیٰ کے عرش کو اٹھائے ہوئے ہیں۔ یہ اللہ تعالیٰ کی بندگی کرنے والے زمین کے چپے چپے پر اور آسمانوں پر موجود ہیں۔ مگر خالق کائنات فرما رہا ہے۔

اِنۡ کُنۡتُمۡ صَادِقِیۡنَ   اگر تم سچے ہو۔

اب یہی جملہ مشرکین کو کہا گیا اور یہی فرشتوں کو کہا گیا لہذا دونوں کے لئے ایک جیسا حکم ہوا؟ جو دوسرا طبقہ ہے ان کا انداز استدلال ایسا ہی ہے۔

اب اس سے کوئی شخص فرشتوں سے دشمنی کی تحریک چلا لے کہ فرشتے کوئی محترم ذات نہیں ہیں بلکہ اللہ تعالیٰ نے جو کچھ مشرکوں کو کہا ہے وہی فرشتوں کو بھی کہا ہے۔ فرشتوں کو بھی اِنۡ کُنۡتُمۡ صَادِقِیۡنَ کہا ہے کہ اگر تم

سچے ہو! یعنی تم سچے نہیں ہو اور ادھر مشرکین کو بھی کہا کہ اگر تم سچے ہو تو تم یہ کام کرو۔ یعنی تم سچے نہیں ہو، تو دونوں کے بارے میں ایک ہی قسم کے الفاظ بولے گئے لہذا دونوں میں کوئی فرق نہیں ہونا چاہیے۔

اگر کوئی شخص قرآن مجید کے یہ لفظ بولے اور ان کا ترجمہ بھی یہی کرے تو ترجمہ غلط نہیں ہے مگر مفہوم میں غلطی ہے، ترجمہ تو یہی ہے کہ

اِنْ کُنْتُمْ صَادِقِیْن   اگر تم سچے ہو!

مگر قرآن مجید کا یہ مفہوم ہرگز نہیں ہے۔ دونوں طائفے سچا نہ ہونے میں برابر ہیں۔ مشرک اللہ تعالیٰ کی بارگاہ کے راندے ہوئے ہیں، دھتکارے ہوئے ہیں، اللہ تعالیٰ کے مغضوب اور ملعون ہیں اور فرشتے اللہ کے محترم اور مکرم بندے ہیں جب لفظ دونوں کے بارے میں ایک ہی قسم کے آئے تو مطلب کیا ہے؟

اگر قرآن مجید کے اسلوب کو دیکھا جائے تو پھر صحیح مفہوم سمجھ میں آئے گا ورنہ صحیح مفہوم پر واردات ہو جائے گی اور قرآن مجید کا صحیح مطلب ہی ختم ہو جائے گا۔

اِنْ کُنْتُمْ صَادِقِیْن (اگر تم سچے ہو) جو فرشتوں کو کہا گیا ہے اس کا مطلب کچھ اور ہے اور ان کنتم صادقین جو مشرکین کو کہا گیا ہے اس کا مطلب اور ہے۔

مشرکین کو جو کہا گیا کہ اگر تم سچے ہو! کس بات میں؟ وہ بات اور ہے اور جو ملائکہ کو کہا گیا کہ اگر تم سچے ہو؟ یہ اور بات ہے۔

مشرکین کو کہا گیا کہ اگر تم سچے ہو! کس بات میں سچے ہو؟ تم جو یہ کہتے ہو کہ حضرت محمد ﷺ پر اللہ کی طرف سے کچھ نازل نہیں ہوتا، یہ خود بولتے ہیں، خود آیات بناتے ہیں اور خود ہی سناتے ہیں، اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان پر کوئی آیت نازل نہیں ہوتی۔ اے مشرکین! اگر تم اپنے اس دعوے میں سچے ہو تو پھر قرآن مجید فرقان حمید کی مثل کی ایک سورت ہی بنا کے لے آو۔ وہاں سچائی کا تعلق اس خبر کے ساتھ ہے کہ تم جو یہ کہتے ہو کہ ان پر کچھ نازل نہیں ہوتا، اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان پر کچھ نہیں اترتا، اس بات میں اگر تم سچے ہو!

نبی کریم ﷺ پر اللہ تعالی کی طرف سے آیات کے اترنے کا انکار تو کفر ہے۔ لہذا ان کا جو صدق چیلنج کیا گیا وہ صدق اس خبر میں ہے کہ تم پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے کچھ بھی نازل نہیں ہوتا اور یہ خبر کفر ہے۔

اور ادھر فرشتوں کو جو کہا گیا تو وہ کوئی ایمان کفر کا مسئلہ نہیں تھا۔ وہ مسئلہ کیا تھا؟ فرشتوں سے جب اللہ تعالیٰ نے مشورہ کیا تھا تو فرشتوں نے یہ کہا تھا تو وہ یہ اپنے طور پر، اللہ کے مشورے سے پہلے کہہ رہے تھے کہ اللہ تعالیٰ ہم سے زیادہ علم والی مخلوق پیدا نہیں فرمائے گا یعنی جس کا علم ہم سے زیادہ ہو اور خلافت الٰہی کی مستحق ہو، اللہ تعالیٰ ایسی مخلوق کو پیدا نہیں فرمائے گا۔

جب اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا فرما دیا، ان کو پڑھا دیا، ان کی علمی برتری کو ثابت کرنے کے لئے انہیں تعلیم دے دی، اس کے

بعد فرشتوں کو کہا: اے فرشتو! اگر تم اپنے اس دعوے میں سچے ہو کہ اللہ تعالیٰ ہم سے بڑا عالم پیدا نہیں فرمائے گا تو پھر مجھے ان چیزوں کے نام بتاؤ؟ یہاں جو فرشتوں کا دعویٰ تھا یا خبر تھی اس میں کفر یہ بات نہیں تھی۔

اِنْ كُنْتُمْ صَادِقِيْن

ایک ہی قسم کا جملہ ہے، ایک ہی ترجمہ ہے، مگر فرق ہے۔

وہاں سچائی اور اعتبار سے ہے یہاں سچائی اور اعتبار سے ہے۔ مشرکین کے بارے میں یہ جملہ بولا گیا تو اس کا مفہوم اور ہے، فرشتوں کے بارے میں جو بولا گیا تو اس کا مفہوم اور ہے۔ مشرکین کو کہا گیا کہ اگر تم اپنے اس دعوے میں سچے ہو کہ حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر کچھ نازل نہیں ہوتا تو پھر سورت بنا کے لے آؤ اور مشرکین کا یہ دعویٰ کفر ہے۔

ادھر فرشتوں کو کہا جا رہا ہے کہ اگر تم اس دعوے میں سچے ہو کہ ہم سے بڑھ کر خلافت الٰہی کا کوئی مستحق نہیں ہے اور ہم سے بڑا کوئی علم والا پیدا نہیں ہو سکتا تو پھر ان چیزوں کے نام بتاؤ اور یہ فرشتوں کا دعویٰ کوئی کفر نہیں تھا۔

یعنی اب یہ جوان کے صدق کو چیلنج کیا گیا تو یہ کوئی کفر والی بات نہیں تھی۔ یہ تو صرف ان کے اس دعوے کو مسترد کیا گیا کہ تمہارا جو یہ خیال تھا کہ اللہ تعالیٰ ہم سے بڑھ کر کوئی پیدا ہی نہیں کرے گا، ہم ہی اللہ تعالیٰ کے خلیفہ بنیں گے۔ اے فرشتو! تمہارا یہ دعویٰ اور یہ خبر سچی نہیں ہے۔ یہ ٹھیک ہے کہ تم میرے عزت والے بندے ہو، تم میری مخالفت نہیں کرتے، مجھ

سے سرکشی نہیں کرتے اور میں نے تمہیں اپنا قرب عطا فرمایا ہے مگر خلافت وہ میں حضرت آدم علیہ السلام کو عطا فرماؤں گا۔

اب جب اسلوب کو دیکھا گیا، ماقبل کو دیکھا گیا، پھر جا کے صحیح مفہوم واضح ہوا۔

ورنہ دونوں جگہ ہی اِنْ کُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ ہے۔

لیکن اگر کوئی ان دونوں کو سامنے رکھ کے یہ تقابل کرتے ہوئے یہاں سے یہ مفہوم نکالے کہ جو کچھ اللہ تعالیٰ نے مشرکوں کو کہا وہی تو اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو کہا ہے۔ پھر فرق کیا رہ گیا؟

یہ مطلب نکل سکتا تھا لیکن یہ بہت بڑی غلطی تھی اور یہ غلطی تب درست ہو گی جب اسلوب کو دیکھا جائے گا۔ الغرض ایک انسان خالق کائنات کے کلام کے اسلوب کو دیکھنے کے بعد اس میں غور وفکر کر کے پھر اس مفہوم کی غلطی کی واردات سے بچ سکتا ہے۔ ورنہ فتنہ پیدا کرنے والے قرآن مجید کی آیات سے ہی فتنہ پیدا کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

يُضِلُّ بِهٖ كَثِيْرًا وَّ يَهْدِىْ بِهٖ كَثِيْرًا

اللہ تعالیٰ بہت سے لوگوں کو اس سے گمراہ کرتا ہے اور بہت سے لوگوں کو اس سے ہدایت فرماتا ہے۔

(پ 1 سورہ البقرۃ آیت نمبر 26)

قرآن مجید میں اتنی زیادہ وسعتیں ہیں کہ اسی سے ہدایت ملتی ہے اور گمراہوں میں اسی سے گمراہی چل نکلتی ہے۔ لہذا اس کا اسلوب یعنی اس

کے کلام کا رخ متعین کرنا ضروری ہے۔ اگر اس کے رخ کو بدل دیا جائے تو لفظ وہی ہوں گے، ترجمہ وہی ہوگا مگر سارے کا سارا مقصد فوت ہو جائے گا۔

مثال نمبر 2

قرآن مجید فرقان حمید میں یہ مثال بھی ملتی ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے ایک ارشاد فرمایا اور مشرکین نے بھی اسے ہی دہرا دیا۔ جب انہوں نے اسے دہرایا تو اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا کہ تم جھوٹ بولتے ہو۔

اب عجیب صورت حال پیدا ہوئی کہ ایک بات اللہ نے خود ہی فرمائی ہے اور جب وہ اللہ تعالیٰ نے خود ہی فرمائی ہے تو وہ بات سو فیصد سے بھی زیادہ سچ پر مشتمل ہے اور سچ ہی سچ ہے لیکن وہی بات جب مشرکوں نے اپنی زبان سے کہی تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ تم جھوٹ بولتے ہو۔ خالق کائنات نے یہ کیوں فرمایا؟ اس لئے کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کے کلام کے مفہوم کو بدلنے کی کوشش کی تھی۔ لفظ وہی ہیں، ترجمہ وہی ہے مگر مفہوم کو بدلا گیا تو خالق کائنات نے اپنا وہی کلام جسے سچ فرمایا تھا اور سچ پر ہی مشتمل تھا۔ جس وقت مشرکین مکہ اور منافقین نے اس کو بدلا۔ کس لحاظ سے بدلا؟ لفظ نہیں بدلا بلکہ مفہوم بدلا یعنی لفظ اللہ کے ہی بولنے کے ساتھ جس وقت انہوں نے اپنی طرف سے ایک غلط مفہوم بھی شامل کرنے کی کوشش کی تو خالق کائنات نے اس کو مسترد فرما دیا۔

آج جب ہم یہ کہتے ہیں کہ فلاں غلط کہہ رہا ہے تو ہمارے بعض لوگ کہتے

ہیں وہ تو قرآن مجید پڑھ رہا ہے، قرآن مجید کی آیت پڑھ رہا ہے اور قرآن مجید سے ہی درس دیتا ہے۔ میں یہ پوچھوں گا کہ قرآن مجید کا درس دینا کیا اس کے حق ہونے کی دلیل ہے؟ قرآن مجید کو سمجھنا اور سمجھانا، ترجمہ کر کر کے آیتیں سنانا اور کتابوں میں لکھنا۔ ہمارے عوام کو تو ترجمے کی غلطی کا بھی پتہ نہیں چلے گا، ارے یہاں تو مفہوم پر جا کے واردات ہو جاتی ہے اور اس مفہوم پر واردات کی وجہ سے سارے کا سارا اسلامی ڈھانچہ ہی تباہ ہو جاتا ہے۔

اب دیکھئے پارہ نمبر 8 میں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا

وَلَوْ شَآءَ اللّٰہُ مَا فَعَلُوْہُ اور اللہ چاہتا تو ایسا نہ کرتے

(پ 8 سورہ الانعام آیت نمبر 137)

مشرکوں کا شرک بیان کر کے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اگر اللہ چاہتا تو یہ نہ کرتے۔

مشرک جو یہ شرک کر رہے ہیں، اگر اللہ چاہتا تو یہ شرک نہ کرتے یعنی شرک اللہ تعالیٰ کی مشیئت یعنی چاہنے پر ہوا۔ مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ فرما رہا ہے کہ یہ مشرک جو شرک کر رہے ہیں مجھ سے بڑھ کر نہیں کر رہے ہیں کہ میں اگر ان کو قوت سے روکنا چاہوں تو روک نہ سکوں بلکہ میری عطا کی ہوئی طاقت سے ہی تو چلتے پھرتے ہیں، میری دی ہوئی قدرت سے ہی تو بولتے ہیں اور میرا کھا کے ہی تو جیتے ہیں۔ اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو یہ پیدا ہی نہ ہوتے۔

یعنی یہ اللہ تعالیٰ کی قدرت سے بڑھ کر، طاقتور ہو کے شرک نہیں کر رہے

بلکہ اللہ تعالیٰ کے تابع ہیں۔ اگر اللہ تعالیٰ کی مشیت ہوتی تو مشرک شرک

نہ کرتے یہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔

اب دوسرے مقام پر یہی بات مشرکین نے کہی لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کا

رد فرما دیا۔

سَیَقُوْلُ الَّذِیْنَ اَشْرَکُوْا لَوْ شَآءَ اللّٰہُ مَآ اَشْرَکْنَا

اب کہیں گے مشرک کہ اللہ چاہتا تو ہم شرک نہ کرتے

(پ 8 سورۃ الانعام آیت نمبر 148)

کیا کہا

لَوْ شَآءَ اللّٰہُ مَآ اَشْرَکْنَا اگر اللہ چاہتا تو ہم شرک نہ کرتے

اے محبوب! مشرک یہ کہیں گے، اگر اللہ چاہتا تو ہم شرک نہ کرتے۔

اللہ تعالیٰ ان کا یہ کہہ لینے اور ان کے اس بات کے قائل ہو جانے کے

بعد ان کا جو رد ہوگا اس کا ذکر فرماتا ہے۔

کَذٰلِکَ کَذَّبَ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِھِمْ

ایسا ہی ان سے پہلوں نے جھٹلایا تھا

(سورۃ الانعام آیت نمبر 148)

پھر فرمایا

اِنْ تَتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ وَاِنْ اَنْتُمْ اِلَّا تَخْرُصُوْنَ ○

تم تو صرف گمان کے پیچھے ہو اور تم یونہی تخمینے کرتے ہو۔

(پ 8 سورۃ الانعام آیت نمبر 148)

اے مشرکو! تم بکواس کرتے ہو، جھوٹ بولتے ہو، گمان کی بات کرتے

ہو، اٹکلیں دوڑاتے ہو اور تخمینے لگا کے بات کر رہے ہو۔ تمہاری یہ بات سچ نہیں ہے۔ اب بظاہر ان کا قصور کیا ہے؟ جو کچھ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ

لَوْ شَآءَ اللّٰہُ مَا فَعَلُوْہُ

اگر اللہ چاہتا تو وہ شرک نہ کرتے

(پ 8 سورہ الانعام آیت نمبر 137)

مشرکین نے بھی یہ ہی کہا

لَوْ شَآءَ اللّٰہُ مَآ اَشْرَکْنَا اگر اللہ چاہتا تو ہم شرک نہ کرتے

(پ 8 سورۃ الانعام آیت نمبر 148)

لیکن اللہ تعالیٰ نے بڑی سختی کے ساتھ ان کی بات کا رد فرمایا۔ ان کو تکذیب کا مجرم قرار دیا اور یہ بھی فرمایا کہ تم ظن کے پجاری ہو، وہم کے پجاری ہو، تم جھوٹ بولتے ہو، یہ ساری باتیں انہیں فرمائیں۔

انہوں نے تو وہی کلام دہرایا تھا جو اللہ تعالیٰ کا کلام تھا۔

لوگ کہتے ہیں کہ فلاں قرآن مجید سے استدلال کرتا ہے، قرآن مجید سے دلیل پیش کرتا ہے اور دیکھو کہ مشرک اپنے شرک پر دلیل قرآن مجید فرقان حمید سے پیش کر رہے تھے۔ یہاں پارہ نمبر 8 میں ہے کہ مشرک عنقریب کہیں گے اور پارہ نمبر 14 میں ہے، جب انہوں نے کہہ دیا۔ انہوں نے کہا

وَقَالَ الَّذِیْنَ اَشْرَکُوْا لَوْ شَآءَ اللّٰہُ مَا عَبَدْنَا مِنْ دُوْنِہٖ مِنْ شَیْءٍ

مشرکوں نے کہا، اگر اللہ چاہتا تو ہم اس کے سوا کسی اور کی عبادت نہ کرتے

(پ 14 سورۃ النحل آیت نمبر 35)

انہوں نے وہ بات کہہ دی جس کی اللہ تعالیٰ نے خبر دی تھی کہ وہ کہیں گے۔ اے محبوب! یہ تجھے کہیں گے میں تجھے پہلے ہی بتا دیتا ہوں کہ وہ تم سے کہیں گے کہ اگر اللہ چاہتا تو ہم کسی دوسرے کی عبادت نہ کرتے۔ اس نے چاہا ہے تو ہم نے کسی دوسرے کی عبادت کی ہے۔ ہم جو بتوں کے پجاری ہیں تو اللہ کی رضا سے ہیں۔

تینوں آیتوں کو سامنے رکھیں۔

اللہ تعالیٰ نے یہ خود فرمایا

لَوْ شَآءَ اللّٰہُ مَا فَعَلُوْہُ اگر اللہ چاہتا تو وہ شرک نہ کرتے

پھر فرمایا

سَیَقُوْلُ الَّذِیْنَ اَشْرَکُوْا لَوْ شَآءَ اللّٰہُ مَآ اَشْرَکْنَا

اب کہیں گے مشرک کہ اللہ چاہتا تو ہم شرک نہ کرتے

اور پھر تیسرے نمبر پر جو پارہ نمبر 14 میں ہے کہ جس چیز کی پہلے خبر دی گئی تھی وہ سامنے آ گئی۔ انہوں نے کہا

لَوْ شَآءَ اللّٰہُ مَا عَبَدْنَا

اگر اللہ چاہتا تو ہم بتوں کی عبادت نہ کرتے۔

ہم نے عبادت کی ہی تب ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو چاہا ہے۔

اب غور کیجئے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی بات کا رد کیوں کیا؟ حالانکہ وہ بات وہی کر رہے تھے جو کہ اللہ تعالیٰ نے کی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے مشرکین کی بات کو ردّ کیوں کر دیا؟ ردّ اس واسطے کیا کہ وہ مفہوم پر واردات کر رہے

تھے، قرآن مجید کے صحیح مفہوم کو بدل رہے تھے۔ لفظ وہی ہیں جو اللہ کے
ہیں، اگرچہ مترادف لفظ کوئی آ گیا ہے مگر اصل میں الفاظ وہی ہیں جو اللہ
تعالیٰ کے الفاظ ہیں، جو اللہ تعالیٰ کا کلام ہے۔ مگر اللہ تعالیٰ نے ان کو جھوٹا
کہا، ان کو ظن کا پجاری کہا، ان کی تردید فرمائی، کس واسطے؟ اس لئے کہ
وہ اللہ تعالیٰ کے کلام کا مفہوم بدل رہے تھے، ترجمہ نہیں بدل رہے تھے۔
لفظ بھی نہیں بدل رہے تھے۔ مفہوم بدل رہے تھے، جیسا کہ آج کچھ
لوگوں کی عادت بن گئی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ان آیات کو جو بتوں کے
بارے میں ہیں، مومنوں پر لگاتے ہیں، بتوں کے متعلق آیات کو، ان کا
مفہوم بدل کے، ولیوں پر لگاتے ہیں۔ لفظ وہی ہیں، ترجمہ وہی کرتے
ہیں اور اسٹیکر چھپواتے ہیں تو مفہوم وہی لیتے ہیں جو ان کے دلوں میں
گندہ مفہوم ہے۔

تو یہ وہ طریقہ ہے جو مشرکوں نے اپنایا تو اللہ تعالیٰ نے فوراً ان کی تردید
فرما دی کیا انہوں نے مفہوم بدلا تھا؟ مفہوم جو بدلا تھا اس کو ذرا تمہید سے
سمجھ لیں۔ ایک ہے اللہ تعالیٰ کی مشیئت، مشیئت کا معنی ہے اللہ کا ارادہ۔
کائنات میں ایک پتا بھی اللہ کے ارادے کے بغیر ہل نہیں سکتا۔ لہذا
مشیئت عام ہے اگر کوئی نیک کام کر رہا ہے تو وہ بھی اللہ تعالیٰ کی مشیئت
سے کر رہا ہے اور ایک اللہ تعالیٰ کی رضا ہے اور اللہ تعالیٰ کی رضا صرف
نیک کام کے ساتھ ہے، برے کے ساتھ نہیں ہے۔ مشیئت تو نیک کی بھی
ہے اور برے کی بھی ہے۔ اللہ کی مشیئت سے ہی برا برائی کر رہا ہے یعنی

اللہ تعالیٰ کی قدرت، اللہ تعالیٰ کے اختیار اور اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی طاقت سے ہی کر رہا ہے۔ مشیئت اور رضا میں فرق یہ ہوا کہ مشیئت اللہ تعالیٰ کی نیک کے بارے میں بھی ہے اور برے کے بارے میں بھی ہے لیکن اللہ کی رضا برے کام میں شامل نہیں ہے، نیک کام میں شامل ہے۔ عمومی طور پر اردو دان بولتے ہوئے انہیں ایک ہی سمجھ لیتے ہیں مگر عربی زبان میں مشیئت اور چیز ہے اور رضا اور چیز ہے۔ مشیئت ایزدی نیک کام کی بھی ہوسکتی ہے اور برے کام کی بھی کیونکہ جو برا ہے اس کا کوئی اور خدا نہیں کہ جس سے اس نے یہ برا کام کرنے کی طاقت لی ہے، یہ برا بھی اللہ تعالیٰ ہی کا بندہ ہے اور اللہ تعالیٰ کے نظام کے تحت ہی چل رہا ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی قدرت، طاقت سے بڑھ کر گناہ نہیں کر رہا۔ یہ اللہ تعالیٰ کی مشیئت سے ہی ہو رہا ہے۔ مگر جب نیک بندہ نیک کام کر رہا ہے تو اس مشیئت کے ساتھ ساتھ اللہ کی خوشنودی بھی شامل ہے، رضا بھی شامل ہے اور جب برا کام کر رہا ہے تو مشیئت شامل ہے لیکن رضا شامل نہیں ہے۔

اب دیکھو، کیا ہوا؟ جب اللہ تعالیٰ نے فرمایا

لَوْ شَآءَ اللّٰہُ مَا فَعَلُوْہُ   اگر اللہ چاہتا تو (مشرک) شرک نہ کرتے۔

اللہ تعالیٰ اپنی مشیئت کا اظہار فرما رہا تھا کہ یہ مشرک میری کائنات، میری سلطنت سے باہر نہیں ہیں، یہ جو کچھ کرتے پھرتے ہیں اپنے آپ کرتے پھرتے ہیں لیکن میری قدرت کے تابع ہیں، مجھ سے بڑھ کر نہیں کر

رہے۔ جو کچھ ہو رہا ہے میری مشیت کے تحت ہو رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا مقصد صرف اپنی مشیت کا اظہار کرنا تھا لیکن ہوا کیا؟ جب مشرکوں نے شرک کیا تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ تم تو مارے جاؤ گے، نار جہنم کے شعلے تمہیں کھا جائیں گے، تمہیں شدید عذاب ہو گا۔ تو مشرکوں نے جواب میں کیا کہا؟ انہوں نے کہا

لَوْ شَآءَ اللّٰهُ مَا اَشْرَكْنَا اگر اللہ چاہتا تو ہم شرک نہ کرتے

تم ہمیں عذاب سے ڈراتے ہو، کیوں ڈراتے ہو؟ ہم تو اللہ تعالیٰ کی مرضی کے مطابق شرک کر رہے ہیں یعنی جو مشیت کا لفظ تھا اس سے انہوں نے رضا والا مفہوم ظاہر کر دیا حالانکہ مشیت رضا کو مستلزم نہیں ہے۔

یعنی جو بھی اللہ تعالیٰ کی مشیت سے ہو، اللہ تعالیٰ اس پر راضی بھی ہو، ایسا نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ کی مشیت تو نیک کی بھی ہوتی ہے اور برے کی بھی ہوتی ہے مگر رضا الٰہی صرف نیک کام میں ہے، برے کام میں شامل نہیں ہے تو مشرکوں کا رد اللہ تعالیٰ نے اس واسطے سے فرمایا کہ انہوں نے شاء اللہ بول کے سرکار کے سامنے رضا الٰہی کا اظہار کیا کہ ہمارے کفر پر اللہ تعالیٰ راضی ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ نہ چاہتا تو ہم بتوں کی پرستش کیوں کرتے؟ اللہ تعالیٰ راضی ہے اسی واسطے ہم بتوں کی پرستش کرتے ہیں معاذ اللہ وہی کلام الٰہی جو خالق کائنات نے خود فرمایا تھا، جب بتوں کے پجاریوں نے، مشرکوں نے، اپنے شرک کے دفاع میں اور اپنی بتوں کی

عبادت کرنے کے لئے پیش کیا تو اس مفہوم بدلنے پر اللہ تعالیٰ نے ان کا ردّ کیا۔

لفظ نہیں بدلے، اس کا ترجمہ نہیں بدلا صرف مفہوم بدلا کہ اس میں صرف مشیئت تھی لیکن انہوں نے مشیئت کے ساتھ رضا کو بھی ظاہر کیا۔ سرکار سے کہنے لگے کہ بھلا ہمیں کیوں عذاب ہو سکتا ہے؟ کیونکہ اگر اللہ تعالیٰ نہ چاہتا تو ہم شرک کیوں کرتے؟ اللہ تعالیٰ نے چاہا ہے، وہ راضی ہے، تب ہی تو ہم کر رہے ہیں۔ مشیئت کے ساتھ جب انہوں نے اپنے مفہوم میں رضا کو شامل کر دیا تو خالق کائنات نے فرمایا

اِنْ تَتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ وَ اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا تَخْرُصُوْنَ

تم تو صرف گمان کے پیچھے ہو اور تم یونہی تخمینے کرتے ہو۔

(پ 8 سورۃ الانعام آیت نمبر 148)

مشرکو! بکواس نہ کرو، میری مشیئت ہر کام میں ہے، نیک کام میں بھی ہے برے میں بھی ہے مگر میری رضا بتوں کے سجدے میں نہیں ہے۔ میری رضا اپنے لئے سجدوں میں ہے۔ خالق کائنات نے فرمایا کہ میرے کلام کا مفہوم نہ بدلو۔ اگرچہ بول تم وہی رہے ہو مگر میری مشیئت کے ساتھ ضروری نہیں کہ میری رضا بھی شامل ہو۔ میری مشیئت ہر کام میں ہوتی ہے۔ دنیا میں نیک کام بھی میری مشیئت سے ہوتا ہے اور برا کام بھی میری مشیئت سے ہوتا ہے مگر میری رضا نیک کام میں ہے برے میں نہیں ہے۔

مثال نمبر 3

اب دیکھئے، قرآن مجید برہان رشید میں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔

فَاِنَّ الْعِزَّةَ لِلّٰهِ جَمِيْعًا

عزت تو ساری اللہ کے لئے ہے

یہ تین مرتبہ آیا۔

ایک مرتبہ پ 5 سورہ النساء آیت نمبر 139 میں

فَاِنَّ الْعِزَّةَ لِلّٰهِ جَمِيْعًا

عزت تو ساری اللہ کے لئے ہے

دوسری مرتبہ پ 11 سورہ یونس آیت نمبر 65 میں

اِنَّ الْعِزَّةَ لِلّٰهِ جَمِيْعًا

بے شک عزت ساری اللہ کے لئے ہے

اور تیسری مرتبہ پ 22 سورہ فاطر آیت نمبر 10 میں

فَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ جَمِيْعًا

تو عزت سب اللہ کے لئے ہے

اب ان آیات کو سامنے رکھ کر کوئی شخص ان کا رخ بدلے تو مفہوم بدل جائے گا۔ بے شک عزت ساری کی ساری اللہ کے لئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں اس کے بارے میں اتنی تاکید سے فرمایا ہے۔ ان بھی تاکید کے لئے ہے اور پھر جمیعا بھی تاکید کے لئے ہے۔ لہٰذا مطلب کیا نکلا؟

باپ کی کوئی عزت نہیں

بھائی کی کوئی عزت نہیں

استاد کی کوئی عزت نہیں

کسی بڑے کی کوئی عزت نہیں

کیونکہ اگر ہم ان کی عزت کریں گے تو معاذ اللہ گنہگار ہو جائیں گے

کیونکہ اللہ تعالیٰ بار بار فرماتا ہے کہ عزت ساری میری ہے۔

اب تین آیات ہیں۔

فَاِنَّ الْعِزَّةَ لِلّٰهِ جَمِيْعًا ۝ عزت تو ساری اللہ کے لئے ہے

اِنَّ الْعِزَّةَ لِلّٰهِ جَمِيْعًا ۝ بے شک عزت ساری اللہ کے لئے ہے

فَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ جَمِيْعًا ۝ تو عزت سب اللہ کے لئے ہے

ان تین آیات کے اندر خالق کائنات یہ اعلان فرما رہا ہے کہ عزت ساری میری ہے تو اب جب رخ بدلا جائے گا تو پھر یہ ثابت ہو گا کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کی عزت نہیں کرنی چاہیے۔ تین آیات سے جو حکم ثابت ہو رہا ہے وہ پھر قطعی ہوا۔ تو پھر اوروں کی عزت کا انکار کر دینا چاہیے؟ اور وہ مخصوص طبقہ جو آیات کا مفہوم بدل رہا ہے اس سے کچھ بعید بھی نہیں کہ کچھ دنوں کے بعد یہ اسٹیکر بھی شائع کر دے۔

خدا کی قسم اگر انہیں اپنی عزت کا خطرہ نہ ہوتا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت کے خلاف یہ اسٹیکر ضرور چھاپتے کہ اللہ تعالیٰ بار بار فرما رہا ہے کہ عزت

ساری میری ہے اور کسی کی نہیں ہے۔ یہ اپنی بے عزتی سے ڈرتے ہیں کہ پھر بچے ہماری عزت نہیں کریں گے۔ مفہوم بدلنے کا سلسلہ چل رہا ہے۔

غور کریں

اِنَّ الْعِزَّةَ لِلّٰهِ جَمِيْعًا بے شک عزت ساری اللہ کے لئے ہے۔

اب ترجمہ بالکل ٹھیک ہے کہ بے شک عزت ساری اللہ کے لئے ہے مگر مفہوم یہ نکالنا کہ باپ کی عزت نہیں، مفہوم یہ نکالنا کہ بھائی کی عزت نہیں، مفہوم یہ نکالنا کہ استاد کی عزت نہیں، مفہوم یہ نکالنا کہ ولی کی عزت نہیں، مفہوم یہ نکالنا کہ صحابی کی عزت نہیں، مفہوم یہ نکالنا کہ اہل بیت کی عزت نہیں، مفہوم یہ نکالنا کہ نبی علیہ السلام کی عزت نہیں، یہ سارے کے سارے مفہوم غلط ہیں ترجمہ صحیح ہے

فَاِنَّ الْعِزَّةَ لِلّٰهِ جَمِيْعًا ○ تو عزت ساری اللہ کے لئے ہے۔

آپ سمجھ رہے ہیں کہ آج کل مفہوم پر کس طرح واردات ہو رہی ہے لفظ وہی ہیں ترجمہ صحیح ہے لیکن لوگوں کو غلط مفہوم بتا کر بے وقوف بنایا جا رہا ہے۔ جیسے کہا جاتا ہے: میرے لئے اللہ ہی کافی ہے۔

اس بات میں کوئی شک نہیں کہ حسبی اللہ، میرے لئے اللہ کافی ہے۔ لیکن اس کا رخ تو نہ بدلو۔ اس کی جہت تو تبدیل نہ کرو، یہ میرے محبوب علیہ السلام نے کہا تو مشرکوں کو کہا اور مشرکوں کے لحاظ سے کہا۔ قرآن مجید سے اس کا ماقبل دیکھو

فَاِنْ تَوَلَّوْ فَقُلْ حَسْبِیَ اللّٰہُ

اگر وہ منہ پھیریں تو تم فرمادو کہ مجھے اللہ ہی کافی ہے۔

(پ 11 سورۃ التوبہ آیت نمبر 129)

اے مشرکو! مجھے تمہاری کوئی ضرورت نہیں،

اے بتوں! مجھے تمہاری کوئی ضرورت نہیں

میرے لئے میرا اللہ ہی کافی ہے۔

دیکھیں، کلام کا رخ بدلا جارہا ہے، مفہوم پر واردات کی جارہی ہے لفظ وہی ہیں ترجمہ وہی ہے لیکن لوگوں کو مفہوم غلط سمجھایا جارہا ہے۔ مشرکین نے جب غلط مفہوم لیا تو اللہ تعالیٰ نے فوراً ان کارد فرمایا۔

تین آیات جو میں نے آپ کے سامنے پڑھی ہیں جن کا لفظی ترجمہ تو یہی ہے کہ عزت ساری اللہ کے لئے ہے مگر جب ان آیات کا کوئی اسٹیکر چھپوا کر بازار بازار دکان لگا دے تو آپ سوچ میں پڑ جائیں گے کہ جب ساری عزت اللہ کے لئے ہے تو ہم کسی دوسرے (ماں، باپ، استاد، بھائی، پیر، شیخ) کی کیوں کرتے ہیں۔ تو محترم سامعین! یہ دیکھنا پڑے گا کہ قرآن مجید کی آیات کا صحیح مفہوم کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے جو فرمایا کہ ساری عزت میری ہے تو کن کے مقابلے میں فرمایا، اللہ کے کلام کا رخ کدھر تھا؟ اللہ کن کی عزت کی نفی کر رہا ہے اور کن کی عزت کا ان کے اندر ہی ثبوت فرما رہا ہے۔ رخ بدلنے سے سارا مطلب خراب ہو رہا ہے۔ بات اصل میں یوں ہے کہ پانچویں پارے میں اس کا ماقبل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

بَشِّرِ الْمُنٰفِقِيْنَ بِاَنَّ لَهُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا ۝ الَّذِيْنَ يَتَّخِذُوْنَ الْكٰفِرِيْنَ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ

خوش خبری دو منافقین کو کہ ان کے لئے دردناک عذاب ہے۔ وہ جو مسلمانوں کو چھوڑ کر کافروں کو دوست بناتے ہیں۔

(پ 5 سورۃ النساء آیت نمبر 138-139)

اللہ تعالیٰ آگے فرماتا ہے۔

اَيَبْتَغُوْنَ عِنْدَهُمُ الْعِزَّةَ کیا یہ ان کے پاس عزت ڈھونڈتے ہیں

یعنی یہ منافقین مشرکوں کے پاس عزت کی تلاش میں جاتے ہیں۔ ابوجہل کے پاس جا کر عزت کی بھیک مانگتے ہیں۔

محبوب (صلی اللہ علیہ وسلم) کہہ دو

فَاِنَّ الْعِزَّةَ لِلّٰهِ جَمِيْعًا ۝ عزت تو ساری اللہ کے لئے ہے

یعنی عزت ابوجہل کی نہیں، عزت تو خدا تعالیٰ کی ہے۔

اب ماقبل کے ساتھ کلام الٰہی کا رخ متعین ہوا۔

اَيَبْتَغُوْنَ عِنْدَهُمُ الْعِزَّةَ

یہ منافقین امام المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کو چھوڑ کر، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو چھوڑ کر، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو چھوڑ کر، مسلمانوں کو چھوڑ کر اتنے عزت والوں کو چھوڑ کر ابوجہل کے پاس جا کے بیٹھتے ہیں۔ محبوب (صلی اللہ علیہ وسلم) ان سے کہو، کیا وہاں عزت لینے جاتے ہو؟

فَاِنَّ الْعِزَّةَ لِلّٰهِ جَمِيْعًا ۝ عزت تو ساری اللہ کے لئے ہے

اگرچہ اِنَّ بھی ہے، جَـمِـيْـعًـا بھی ہے مگر یہاں ابوجہل اور مشرکین کی عزت کی نفی ہوئی ہے مومنین کی عزت کی نفی نہیں ہوئی۔ کلام الٰہی کے رخ نے متعین کیا کہ عزت کی جونفی ہوئی ہے وہ مشرکین کی عزت کی نفی ہوئی ہے نہ کہ مسلمانوں کی عزت کی بھی۔ اگرچہ بولا یہ جارہا ہے کہ عزتیں ساری خدا کی ہیں مگر مومنین کی عزت کی نفی نہیں کی جارہی ہے۔

دوسری آیت جوسورہ یونس کی آیت نمبر 65 ہے اس کا ماقبل دیکھئے۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب ﷺ کوفرمایا

وَلَا يَحْزُنكَ قَوْلُهُمْ اور تم ان کی باتوں کا غم نہ کرو

میرے محبوب! تجھے ان کی بات غم میں نہ ڈالے

مثلاً یہ جومشرک کہتے ہیں

لَسْتَ مُرْسَلًا کہ تم رسول نہیں ہو

یہ بات جوان خبیثوں نے کی ہے اے محبوب (ﷺ) تجھے غم میں نہ ڈالے، کیوں؟

اِنَّ الْعِزَّةَ لِلّٰهِ جَمِيْعًا بے شک عزت ساری اللہ کے لئے ہے۔

اس واسطے کہ آپ کورسول انہوں نے نہیں بلکہ میں نے بنایا ہے۔ یہ عزت میں نے آپ کودی ہے لہذا ان کی نفی سے آپ کی عزت کی نفی نہیں ہوگی۔ اس لئے یہ بات آپ کوغم میں نہ ڈالے۔

اب دیکھیں، انداز کلام کیا بتارہا ہے؟ اگر صرف اتنا جملہ لیا جائے

اِنَّ الْعِزَّةَ لِلّٰهِ جَمِيْعًا بے شک عزت ساری اللہ کے لئے ہے

تو اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کی عزت نہ قرار پائی۔ اس میں ان بھی ہے اور جمیعا بھی ہے مگر جب کلام الٰہی کے رخ کو دیکھا گیا کہ پیچھے بات کیسے آ رہی ہے تو پتہ چلا کہ اللہ تعالیٰ نے ان مشرکوں کا رد فرمایا جو نبی کریم ﷺ کو کہتے

لَسْتَ مُرْسَلًا کہ تم رسول نہیں ہو

اللہ تعالیٰ نے دوسرے مقام پر فرمایا

قُلْ كَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًاۢ بَيْنِيْ وَ بَيْنَكُمْ

تم فرماؤ اللہ گواہ کافی ہے مجھ میں اور تم میں

(پ 13 سورۃ الرعد آیت نمبر 43)

اے محبوب (ﷺ) آپ ان مشرکوں سے کہہ دو کہ مجھے تمہاری گواہیوں کی ضرورت نہیں، میری رسالت پر میرے خدا کی گواہی کافی ہے۔

لہذا اے محبوب (ﷺ)

وَلَا يَحْزُنْكَ قَوْلُهُمْ

آپ کو ان کا قول غم میں نہ ڈالے

اس واسطے

اِنَّ الْعِزَّةَ لِلّٰهِ جَمِيْعًا بے شک عزت ساری اللہ کے لئے ہے

عزتیں ان کے پاس نہیں، ساری میرے پاس ہیں۔ وہ بے شک نفی کرتے رہیں کچھ بھی نہیں ہوگا کیونکہ عزتیں ساری میرے پاس ہیں۔

اب تیسری آیت جو سورہ فاطر کی آیت نمبر 10 ہے اس کو ماقبل کے ساتھ دیکھئے۔

مَنْ كَانَ يُرِيْدُ العزَّةَ فَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ جَمِيْعًا

جو عزت چاہتا ہو تو عزت سب اللہ کے ہاتھ میں ہے۔

اے محبوب (ﷺ) جو عزتیں چاہتا ہو اسے بتا کہ عزتیں میرے پاس ہیں۔

اب اس آیت نے واضح کر دیا کہ عزت کوئی ایسی چیز نہیں کہ جس کو اللہ تعالیٰ نے بند کر کے رکھا ہو، کوئی الوہیت کی طرح کی چیز نہیں ہے کہ کسی اور کو دی ہی نہیں جا سکتی۔ فرمایا

مَنْ كَانَ يُرِيدُ الْعِزَّةَ

اے لوگو! تم میں سے جو بھی عزت چاہتا ہو۔ تو آجائے کہ عزتیں اللہ کے پاس ہیں۔

ادھر آجائے، نمازیں پڑھے، روزے رکھے، اللہ تعالیٰ عزتیں دے دے گا۔ لہذا اب وہی لفظ ہیں جس سے سمجھا جا رہا تھا کہ عزت کسی اور کی نہیں۔ جب ہم نے ماقبل کو پڑھ کر اس کے مفہوم کو سمجھا تو ہر آیت سے یہ ثابت ہوا کہ خالق کائنات نے جو نفی فرمائی ہے تو بتوں کی عزت کی نفی فرمائی ہے، مشرکوں کی عزت کی نفی فرمائی ہے نا کہ اپنی عزت کی نفی فرمائی ہے اور نہ ہی اپنے رسولوں کی عزت کی نفی فرمائی ہے اور نہ ہی مومنین کی عزت کی نفی فرمائی ہے۔ کتنے واضح لفظ تھے اور کیسا غلط مفہوم نکل رہا تھا لیکن جب ہم نے ماقبل کو دیکھا، اسلوب کلام کو دیکھا تو متعین ہو گیا کہ

1۔ جب اللہ تعالیٰ یہ فرماتا ہے کہ اے محبوب ﷺ! ان منافقوں سے

کہہ دو جو مشرکوں سے جا کے عزت مانگتے ہیں، انہیں وہاں جانے کی ضرورت نہیں کیونکہ عزتیں میرے پاس ہیں)۔

2۔ اے محبوب (صلی اللہ علیہ وسلم)! اپنے صحابہ سے کہہ دو کہ جو عزت چاہتا ہو اسے چاہیے کہ وہ میری طرف رجوع کرے کیونکہ عزتیں ساری میری پاس ہیں۔

3۔ اور اے محبوب (صلی اللہ علیہ وسلم) اپنے صحابہ سے کہہ دو کہ جو عزت چاہتا ہو اسے چاہیے کہ وہ میری طرف رجوع کرے کیونکہ عزتیں ساری میرے پاس ہیں۔

اللہ تعالیٰ عزتیں دینا چاہتا ہے اسی لئے تو اعلان کیا کہ عزتیں ساری میرے پاس ہیں جو عزت چاہتا ہو وہ میری طرف آجائے کہ میں اسے عزت عطا کردوں۔

واضح ہو کہ ماقبل کو دیکھنے سے مفہوم درست معلوم ہوا۔ ورنہ ترجمہ تو سب کا ایک ہی تھا۔ لیکن جو بات آگے ثابت کی جارہی تھی وہ غلط تھی۔ جب ہم نے آیت کے ماقبل کو، مفہوم اور اسلوب بیاں کو دیکھا پھر جا کے سمجھ آیا کہ اصل میں اگرچہ ان بھی موجود ہے، جمیعا بھی موجود ہے لیکن اللہ کا اس کلام سے مقصد اپنے محبوبوں کی عزت کی نفی کرنا نہیں بلکہ اپنے دشمنوں اور اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور مومنین کے دشمنوں کی عزت کی نفی کرنا ہے۔

پھر اس پر اللہ تعالیٰ نے مہر صداقت مزید ثبت کردی۔ کس طرح؟

پ 28 سورہ المنافقون آیت نمبر 8 میں ہے

یَقُوْلُوْنَ لَئِنْ رَّجَعْنَآ اِلَى الْمَدِيْنَةِ لَيُخْرِجَنَّ الْاَعَزُّ مِنْهَا الْاَذَلَّ

کہتے ہیں ہم مدینہ پھر کر گئے تو ضرور جو بڑی عزت والا ہے وہ اس میں سے نکال دے گا جو نہایت ذلت والا ہے۔

عبداللہ بن ابی ابن سلول، جو منافقوں کا سردار تھا، اس نے یہ اس وقت کہا جب ایک غزوہ سے واپس آ رہے تھے۔ اس رئیس المنافقین نے اپنے آپ کو تو عزت والا کہا اور سرکار کو سرکار کے غلاموں کو اذل کہا (معاذ اللہ)

جب اس نے یہ بکواس کی کہ جب ہم مدینہ شریف واپس لوٹیں گے تو عزت والے ذلت والوں کو باہر نکال دیں گے تو خالق کائنات نے یہ آیت نازل فرمائی۔

وَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ وَلِرَسُوْلِهٖ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ وَلٰكِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ ٥

اور عزت تو اللہ اور اس کے رسول اور مسلمانوں ہی کے لئے ہے مگر منافقوں کو خبر نہیں

(پ 28 سورۃ المنافقون آیت نمبر 8)

منافقو! بکواس نہ کرو۔ عزت ساری میری بھی ہے، میرے رسول کی بھی ہے ان کے غلاموں کی بھی ہے

وَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ — اللہ کے لئے عزت ہے

وَلِرَسُوْلِهٖ — اس کے رسول کے لئے عزت ہے

وَلِلْمُؤْمِنِينَ اور مومنین کے لئے عزت ہے۔

غور فرمائیں کہ کیا یہ کوئی اور قرآن ہے؟ یہ اسی قرآن مجید کا حصہ ہے جس میں پہلے تین مرتبہ آچکا ہے

اِنَّ الْعِزَّةَ لِلّٰهِ جَمِيعًا بے شک عزت ساری اللہ کے لئے ہے۔

اب وہی قرآن کہتا ہے کہ عزت اللہ تعالیٰ کی بھی ہے، رسول اللہ ﷺ کی بھی ہے اور سارے مومنین کی بھی ہے۔

پتہ چلا کہ جہاں اللہ تعالیٰ یہ اعلان فرما رہا تھا کہ عزت ساری اللہ تعالیٰ کی ہے۔ وہاں اللہ تعالیٰ مشرکوں کی عزت کی نفی فرما رہا تھا اور رسول کریم ﷺ اور مومنین کی عزت کی نفی نہیں فرما رہا تھا۔

یہ ہے مفہوم قرآن کو سمجھنا، یہ ہے قرآن فہمی، یہ ہے قرآن دانی، لوگ دو لفظوں کا لفظی ترجمہ پڑھتے ہیں اور مجتہد بن کے بیٹھ جاتے ہیں۔ قرآن مجید سے اس وقت تک ہدایت نہیں مل سکتی جب تک کہ قرآن مجید کے اسلوب کو نہ سمجھا جائے۔

اب دیکھیں، ترجمہ یہی ہے۔ اسلوب قرآن کو نہ سمجھیں تو آیتیں آپس میں ٹکراتی ہیں۔ ادھر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ساری عزتیں میری ہیں۔ ادھر یہ فرماتا ہے کہ میرے رسول علیہ السلام کی بھی ہے اور صرف ان کی ہی نہیں، سارے مومنین کی عزتیں ہیں۔

تو پتہ چلا کہ وہاں کلام الٰہی کا رخ مشرکوں کی طرف تھا اور ان کی عزت کی نفی کی جارہی تھی اور اللہ تعالیٰ اپنوں کی عزت کی نفی نہیں فرما رہا تھا۔

مثال نمبر 4

سارے قرآن مجید کا یہی اسلوب بیان ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

لَيْسَ لَهَا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلِيٌّ وَّلَا شَفِيْعٌ

اللہ کے سوا اس کا کوئی حمایتی ہوگا نہ سفارشی

(پ 7 سورۃ الانعام آیت نمبر 70)

مشرک نفس کے لئے کوئی ولی نہیں ہے اور کوئی شفیع نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ کے کلام کا رخ مشرک نفس کی طرف ہے کیونکہ مومنین کی شفاعت باذن اللہ ہوگی۔ کتنی زیادتی ہے کہ لوگ یہ آیت مومنین کے بارے میں پڑھ دیتے ہیں کہ قیامت کے دن مومن کا کوئی ولی نہیں ہوگا، کوئی شفیع نہیں ہوگا۔

اللہ تعالیٰ نے یہ مشرک کو کہا ہے۔

وَمَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ وَّلِيٍّ وَّ لَا نَصِيْرٍ ۝

اور اللہ کے سوا تمہارا کوئی والی ہے اور نہ مددگار

(پ 11 سورۃ توبہ آیت نمبر 116)

اے مشرکو! تمہارا کوئی ولی نہیں، تمہارا کوئی مددگار نہیں۔

ولی اور مددگار ہونے کی نفی مشرکوں کے لئے کی گئی ہے لیکن مومن وہ ہے کہ جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ وہ یہ دعا کرتے ہیں۔

وَاجْعَلْ لَّنَا مِنْ لَّدُنْکَ وَلِیًّا وَّ اجعل لَّنَا مِنْ لَّدُنک نَصِیرا ۝

اور ہمیں اپنے پاس سے کوئی حمایتی دے دے اور ہمیں اپنے پاس سے کوئی مددگار دے دے

(پ 5 سورۃ النساء آیت نمبر 75)

مومن کہتے ہیں کہ ہمیں اپنا کوئی ولی دے دے، اپنا کوئی نصیر دے دے۔

الغرض مومن کے ولی کی نفی نہیں ہے، مومن کے نصیر کی نفی نہیں ہے۔ یہ جہاں جہاں نفی ہے وہاں کلام الٰہی کا رخ مشرکوں کی طرف ہے۔ بت پرستوں، کافروں اور بتوں کی طرف ہے لیکن ان کلام الٰہی میں تحریف کے مجرموں نے، ان گستاخوں نے، ان قرآن مجید کے مفہوم میں ردوبدل کرنے والوں نے، ان قرآنی آیات کو اپنے نفس کی تسکین کے لئے تختۂ مشق بنانے والوں نے کیا کیا کہ ان آیتوں کا رخ موڑ کے مقدس نبیوں، ولیوں اور مومنین کی طرف کر دیا۔

قرآن مجید کے مفہوم پر ڈاکہ ڈالا جا رہا ہے، اللہ کے کلام کو اس کے صحیح مفہوم اور اسلوب سے ہٹ کر استعمال کیا جا رہا ہے۔ دیکھئے قرآن مجید کہتا ہے۔

وَاِنَّ مِنۡهُمۡ لَفَرِيۡقًا يَّلۡوٗنَ اَلۡسِنَتَهُمۡ بِالۡكِتٰبِ لِتَحۡسَبُوۡهُ مِنَ الۡكِتٰبِ وَمَا هُوَ مِنَ الۡكِتٰبِ

اور ان (اہل کتاب) میں کچھ وہ ہیں جو زبان پھیر کر کتاب میں میل کرتے ہیں کہ تم سمجھو یہ بھی کتاب میں ہے اور وہ کتاب میں نہیں

(پ 3 سورۃ آل عمران آیت نمبر 78)

یہ ان کی عادت تھی جو ان مفہوم قرآن میں واردات کرنے والوں تک پہنچی۔

ان کی عادت تھی کہ کتاب کا کچھ حصہ خود بناتے تھے، کچھ باتوں کو خود بناتے ہیں۔ حالانکہ وہ کتاب اللہ کا حصہ نہیں ہوتی تھیں۔ ایسے ہی آج ولی کی محبت پر ڈاکہ ڈالنے والے انبیاء کرام کی توہین کرنے والے اور بتوں کی آیات ولیوں پر چسپاں کرنے والے ہیں۔ کہ وہ ان ولیوں کو ان بتوں والی آیات میں شامل کر رہے ہیں۔ اللہ کا وہی فرمان یہ آواز دے رہا ہے کہ یہ آواز ٹیڑھی کر رہے ہیں، زبان بدل بدل کر چاہتے ہیں کہ وہ ولیوں کو ان میں شامل کر دیں حالانکہ وہ اس حکم میں شامل نہیں ہیں۔

محترم سامعین! بات بڑی غور طلب ہے اور ٹائم بھی ختم ہونے کو ہے۔ میں نے نفس مسئلہ آپ کو سمجھا دیا ہے۔ موضوع بہت تفصیل طلب ہے لیکن مجھے امید ہے کہ آپ سمجھ گئے ہوں گے۔ اس پر آپ کو جو کوئی بھی کوئی بھی آیت پیش کرے، جس جگہ سے بھی اس سے بلا جھجک کہہ دیں کہ تم مفہوم قرآن بدل رہے ہو، تم مفہوم قرآن پر ڈاکہ ڈال رہے ہو، آیت کا ماقبل پڑھ کے آؤ اور اس مفہوم کی دوسری آیات کو ساتھ ملاؤ اور پھر یہ بتاؤ کہ اس کا مطلب کیا بن رہا ہے؟ ورنہ ہمارے ساتھ بات نہ کرو۔

مثال نمبر 5

مفہوم قرآن پر حملہ کرنے والوں کی تاریخ بہت پرانی ہے۔ مشرکوں نے بھی کیا اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور میں مسلمانوں کے ایک فرقہ جن کو خوارج کہتے ہیں، اس فرقہ نے جو مسلمانوں میں شمار ہوتا تھا نے بھی کیا۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بعد میں ان کو قتل کروا کر یہ ثابت کر دیا کہ مفہوم قرآن پر واردات کرنے والی یہ جماعت مرتد ہے، مسلمان نہیں ہے۔

مسلمانوں کا ایک فرقہ خوارج کے روپ میں سامنے آیا اور ان کی عراق میں، کوفہ کے قریب بستی تھی۔ وہ وہاں پر اکٹھے ہو گئے تھے۔ انہوں نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ایمان کا انکار کر دیا تھا۔

ان خوارج سے پوچھا گیا کہ تم امیر المومنین کو مومن بھی نہیں سمجھتے ہو حالانکہ وہ اتنی زیادہ فضیلتوں کے حامل ہیں۔ وہ نبی کریم ﷺ کے داماد ہیں، قریبی عزیز ہیں، بڑے پکے صحابی ہیں۔

انہوں نے جواب میں کہا کہ ہمارا ان سے کوئی جھگڑا نہیں۔ انہوں نے اللہ کے حکم کی خلاف ورزی کی ہے۔ انہوں نے آیت الٰہی کا انکار کر دیا ہے۔ لہذا ہم ان کو نہیں مانتے۔ ان سے پوچھا گیا کہ کون سی آیت کا انکار کر دیا ہے؟ کہنے لگے، اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔

اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ حکم نہیں مگر اللہ کا

(پ 12 سورۃ یوسف آیت نمبر 40)

دیکھو، توحید پرست کہنے لگے کہ حکم صرف اللہ تعالیٰ ہے۔

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ امیر المومنین تو دور کی بات ہے ہم ان کو

مومن ہی نہیں مانتے (معاذ اللہ) اس واسطے کہ انہوں نے اس آیت کا عملاً انکار کر دیا ہے اور غیر اللہ کو حکم تسلیم کر لیا ہے۔ وہ کس طرح ؟ انہوں نے کہا کہ جب ان کا حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے اختلاف تھا تو اختلاف کو دور کرنے کے لئے حضرت عمر بن العاص رضی اللہ عنہ اور حضرت ابو موسیٰ الاشعری کو حکم مقرر کیا گیا۔ انہوں نے ان کے فیصلہ کو مانا۔ انہوں نے ان کو اپنا حکم بنایا۔ اس طرح انہوں نے غیر اللہ کو اپنا حکم بنایا، غیر اللہ کو فیصل بنایا جب کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

اِنِ الحُکمُ اِلاَّ لِلّٰہ　　　　حکم نہیں مگر اللہ کا

اس طرح یہ غیر اللہ کو حکم ماننے والے ہیں۔ لہذا انہوں نے قرآن مجید کا انکار کر دیا ہے اس لئے ہم ان کو مومن تسلیم نہیں کرتے۔

دیکھیے، آج بھی آپ سے کوئی قرآن مجید کی آیت پڑھ کے اپنے خود ساختہ گھناؤنے مطلب پر بات کرتا ہے تو آپ گھبرا جاتے ہیں۔ آپ کہتے ہیں وہ تو قرآن پیش کر رہا ہے۔ دیکھیے، حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ایمان کی نفی کو ثابت کرنے کے لئے بھی قرآن پیش کیا گیا۔ یہاں تک کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کوفہ کی مسجد میں جمعہ کا خطبہ ارشاد فرما رہے تھے کہ ایک آدمی اٹھ کے کھڑا ہو گیا اور کہنے لگا اے علی!

اِنِ الحُکمُ اِلاَّ لِلّٰہِ

حکم صرف اللہ کا ہے اور تم نے غیر اللہ کو حکم مانا ہے۔

آپ نے فرمایا

کَلِمَۃُ حَقٍّ اُرِیْدَبِھَا الْبَاطِلُ

بات سچی ہے لیکن مفہوم تم غلط لے رہے ہو۔

اِنِ الْحُکْمُ اِلَّا لِلّٰہِ حکم نہیں مگر اللہ کا

یہ الفاظ سچے ہیں، ترجمہ سچا ہے لیکن اے لوگو! تم مفہوم غلط لے رہے ہو۔

میں آپ کے سامنے مفہوم پر واردات کرنے والوں کی مثال پیش کر رہا ہوں۔ آج بھی مفہوم پر واردات کرنے والے یونہی کر رہے ہیں۔

اِنِ الْحُکْمُ اِلَّا لِلّٰہِ

حکم صرف اللہ کا ہے۔

یہ الفاظ پڑھے، یہ آیت پڑھی۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا کہ آیت سچی ہے۔ کون آیت کو رد کر سکتا ہے؟ مگر اُرِیْدُبِھَا الْبَاطِلُ مگر اس سے مراد غلط لی جا رہی ہے۔

آیت غلط نہیں مراد غلط ہے۔

قُلْ حَسْبِیَ اللّٰہُ

یہ آیت بھی سچی ہے لیکن یہاں سے سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس کی نفی کرنا جھوٹ ہے۔

یہ آیت سچی ہے لیکن ولیوں کی محبت کو باہر نکالنا جھوٹ ہے۔

یہ آیت سچی ہے مگر اولیاء کرام پر بتوں کا الزام لگانا غلط ہے۔

یہ آیت اِنِ الْحُکْمُ اِلَّا لِلّٰہِ (حکم صرف اللہ کا ہے) سچی ہے مگر اللہ والوں کے حکم کو نہ ماننا جھوٹ ہے۔

بات یوں ہوئی کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان لوگوں کے خلاف جنگ کرنے کا اعلان کر دیا۔ امام جمال الدین زیلعی کی فن حدیث میں کتاب نصب الرایہ کی تیسری جلد میں ص ۴۶۱ اور ص ۴۶۲ میں اس کا تفصیلاً تذکرہ موجود ہے۔

جب آپ کا لشکر اس بستی حرورا کے قریب پہنچا جہاں وہ چھ ہزار کی تعداد میں اکٹھے تھے تو حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا

اے امیرالمومنین! تھوڑا سا ٹھہر جائیے۔

اَبْرِدْ بِالصَّلٰوۃِ

آپ ظہر ٹھنڈی کر کے پڑھو۔

میں جا کے ان سے پوچھوں تو سہی کہ ان کا اختلاف کیا ہے؟ ہو سکتا ہے کہ میں انہیں سمجھاؤں تو وہ سمجھ جائیں۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ وہاں پر مذاکرات کے لئے چلے گئے۔ جب آپ وہاں پہنچے تو دیکھا کہ بڑے بڑے بظاہر نیک، پرہیزگار، دھاڑیوں والے، قرآن ہاتھ میں لئے بیٹھے ہیں۔ آپ نے انہیں مخاطب کر کے فرمایا "تمہیں کیا ہو گیا ہے؟ اس شخص سے کیوں اختلاف کرتے ہو جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ کی آیات نازل ہوئی ہیں اور قرآن جن کے گھر اترتا رہا ہے۔ جو نبوت کے سایے تلے بڑے ہوئے ہیں۔ میں ان کی طرف سے مذاکرات کے لئے آیا ہوں۔ میں سرکار ﷺ کے مہاجرین کی طرف سے آیا ہوں۔ انصار کی طرف سے آیا ہوں۔ وہ سارے لشکر میں موجود

ہیں۔ مجھے انہوں نے بات کرنے کے لئے بھیجا ہے۔ مجھے بتاؤ تمہارا اعتراض کیا ہے؟

انہوں نے کہا کہ ہم تو قرآن مجید کو ماننے والے ہیں اور توحید والے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں فرمایا ہے۔

اِنِ الْحُکْمُ اِلَّا لِلّٰہِ   حکم صرف اللہ کا ہے

یہ جو غیر اللہ کو حکم ماننے والے ہیں ہم ان کو مومن نہیں مانتے۔ بس یہی ہمارا ان سے اختلاف ہے اور ہمارا کوئی اختلاف نہیں ہے۔ ٹھیک ہے کوئی کتنا بڑا بھی ہے اللہ تعالیٰ کی آیت سے تو بڑا نہیں ہے۔ انہوں نے آیت کا انکار کیا ہے۔ اس لئے ہم ان کو نہیں مانتے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے ان سے پوچھا کہ کیا کوئی اور اعتراض بھی ہے؟ انہوں نے دو اور اعتراض کئے۔ باقی اعتراضات بیان کرنے کا وقت نہیں، کسی اور وقت پر بتلاؤں گا۔ پہلا اعتراض ان کا یہی حکم کے متعلق تھا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے

اِنِ الْحُکْمُ اِلَّا لِلّٰہِ   حکم صرف اللہ کا ہے۔

اور انہوں نے دو حاکم مانے ہیں، دو فیصل مانے ہیں، غیر اللہ حکم مان لئے ہیں۔ انہوں نے آیت کا عملاً انکار کر دیا ہے۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے بڑے ٹھنڈے انداز میں انہیں سمجھایا۔ ذرا غور کرنا، یہ ہے فنی مناظرانہ انداز اور یہ ہے بحث کا انداز۔ آپ نے انہیں فرمایا

''کیا تمہیں قرآن پاک کی ایک آیت ہی آتی ہے؟ کیا تم نے قرآن مجید میں یہ نہیں پڑھا؟

انہوں نے پوچھا ''کیا؟'' آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کا ساتویں پارے میں فرمان ہے کہ

یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقْتُلُوا الصَّیْدَ وَ اَنْتُمْ حُرُمٌ وَ مَنْ قَتَلَهٗ مِنْكُمْ مُّتَعَمِّدًا فَجَزَآءٌ مِّثْلُ مَا قَتَلَ مِنَ النَّعَمِ یَحْكُمُ بِهٖ ذَوَا عَدْلٍ مِّنْكُمْ

اے ایمان والو! شکار نہ مارو جب تم احرام میں ہو اور تم میں سے جو اسے قصداً قتل کرے تو اس کا بدلہ یہ ہے کہ ویسا ہی جانور مویشی سے دے کہ تم میں سے دو ثقہ آدمی اس کا حکم (فیصلہ) کریں۔

(پ 7 سورۃ المائدۃ آیت نمبر 95)

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ جس طرح کا جانور اس نے مارا ہے اسی کی مثل جزا اس پر لازم ہے۔ حضرت امام اعظم رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مثل اس مرے ہوئے جانور کی قیمت کے لحاظ سے ہو۔ امام شافعی فرماتے ہیں کہ صورت اور خلقت کے لحاظ سے ہو۔ بہر حال مثل اس پر لازم ہے۔ اب یہ کون بتائے کہ فلاں جانور کی فلاں مثل ہے یا یہ کہ فلاں جانور کی مثلی قیمت اتنی ہے؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا

یَحْكُمُ بِهٖ ذَوَا عَدْلٍ مِّنْكُمْ تم میں سے دو عادل آدمی فیصلہ کریں۔

اللہ تعالیٰ کے فرمان کا مطلب یہ ہے کہ میں ہر ایک کے بارے

میں آیت نازل نہیں کروں گا کہ کبوتر کی یہ جزا ہے اور خرگوش کی یہ جزا ہے۔تم میں سے دو ثقہ آدمی جو حکم لگا دیں وہ میرا حکم ہوگا۔خواہ وہ مسئلہ پہلی صدی میں آجائے، دوسری میں آجائے، چوتھی میں آجائے، دسویں میں آجائے یا گیارھویں میں آجائے۔

يَحۡكُمُ بِهٖ ذَوَا عَدۡلٍ مِّنۡكُمۡ

تم میں سے جو دو عادل آدمی حکم کریں گے وہ ہی میری شریعت ٹھہرے گی۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا

اے لوگو! تم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ پر اعتراض کیا کہ انہوں نے غیر اللہ کو حکم کیوں بنایا۔آپ نے فرمایا

اَنۡشُدُكُمُ اللّٰهَ اَحُكُمُ الرِّجَالِ فِيۡ حَقۡنِ دِمَائِهِمۡ وَ اَنۡفُسِهِمۡ وَ اِصۡلَاحِ ذَاتِ بَيۡنِهِمۡ اَحَقُّ اَمۡ فِيۡ اَرۡنَبٍ ثَمَنُهَا رُبُعُ دِرۡهَمٍ

میں تمہیں خدا کی قسم دے کر کہتا ہوں بتاؤ کیا مسلمانوں کے خون اور جان کے تحفظ کے لئے اور آپ میں صلح کے لئے لوگوں کا فیصلہ مان لینا زیادہ ضروری ہے یا خرگوش کے بارے میں جس کی قیمت درھم کا چوتھائی حصہ ہے۔

یعنی قرآن مجید تو چار آنے کے خرگوش پر بھی دو حکم بنانے کا حکم دے رہا ہے۔

چار آنے کا خرگوش مرنے پر قرآن مجید نے اس کے لئے بھی دو آدمی حکم

بنائے ہیں کہ جو وہ حکم دیں وہی شرعی حکم ہوگا۔
آپ نے انہیں فرمایا کہ ایک طرف تو چار آنے کا خرگوش ہے اور دوسری طرف پوری امت کا مسئلہ ہے۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی صلح پوری امت کا مسئلہ تھا۔ تمہیں سمجھ نہیں آئی اور تم قرآن مجید کی ایک آیت لے کے بیٹھ گئے ہو۔ تمہیں پتہ نہیں کہ ان الحکم الا للہ کا مطلب یہ ہے کہ حقیقی حکم اس کا ہے اور جسے وہ چاہے وہ بھی اس کی نیابت میں حکم بن سکتا ہے۔ اس پر خوارج نے جواب دیا کہ واقعی یہ بات سچی ہے کہ خرگوش کے مقابلے میں مسلم امت کے خون کے تحفظ کے لئے غیر اللہ کو حکم مان لینا زیادہ ضروری ہے۔
محترم سامعین! یہ آیت آپ نے پہلے نمبر پر پڑھی اور دوسرے نمبر پر فرمایا کہ تم نے نہیں دیکھا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا
وَاِنْ خِفْتُمْ شِقَاقَ بَیْنِھِمَا فَابْعَثُوْا حَکَمًا مِّنْ اَھْلِہٖ وَ حَکَمًا مِّنْ اَھْلِھَا
اور اگر تم کو میاں بیوی کے جھگڑے کا خوف ہو تو ایک پنچ مرد والوں کی طرف سے بھیجو اور ایک پنچ عورت والوں کی طرف سے

(پ 5 سورۃ النساء آیت نمبر 35)

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اگر تم کو میاں بیوی کے جھگڑے اور خوف ہو تو دو حکم یعنی دو ثالث بناؤ۔ ایک مرد کے خاندان کی طرف سے اور ایک عورت کے خاندان کی طرف سے۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے یہ آیت پڑھ کے فرمایا

اے خارجیو! تم قرآن مجید کے سمجھنے کے دعوے کرتے ہو اور اپنے دعوے میں قرآن پیش کر رہے ہو، کیا تم نے یہ آیت نہیں پڑھی؟ میرا خدا تو ایک گھر بسانے کے لئے بھی دو حکم بنانے کا حکم فرما رہا ہے اور کہاں ایک گھر کی بات اور کہاں ایک پوری امت کی بات ہے۔

اسے کہتے ہیں مفہوم قرآن سمجھنا۔ ایک آیت پڑھ کے اس کا ترجمہ کر کے یہ پتا نہیں کیا کیا بنے بیٹھے ہیں اور یہ نہیں دیکھتے کہ ہمارا حملہ کدھر ہو رہا ہے۔ ہماری بکواسوں کی ضرب کہاں کہاں لگ رہی ہے اور ہماری توہین کا اثر کہاں کہاں پڑ رہا ہے۔ ہم کس کس کی گستاخی کر رہے ہیں۔

اِنِ الۡحُکۡمُ اِلَّا لِلّٰہِ

خارجی ایک آیت پڑھ کے توحید کے علمبردار بنے ہوئے تھے۔ حکم صرف اللہ کا ہے۔ غیر اللہ کا حکم نہیں مانیں گے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ تم آیت ٹھیک پڑھ رہے، لیکن اس سے مراد غلط لے رہے ہو۔ خدا تعالیٰ کے قرآن میں تو یہ ہے کہ اگر چار آنے کا خرگوش مر جائے تو پھر بھی حکم بنانا جائز ہے۔ اگر ایک گھر کا مسئلہ الجھ جائے تو پھر بھی حکم بنانا جائز ہے۔ یہاں تک فرما دیا ہے

فَلَا وَ رَبِّکَ لَا یُؤۡمِنُوۡنَ حَتّٰی یُحَکِّمُوۡکَ فِیۡمَا شَجَرَ بَیۡنَھُمۡ ثُمَّ لَا یَجِدُوۡا فِیۡۤ اَنۡفُسِھِمۡ حَرَجًا مِّمَّا قَضَیۡتَ وَ یُسَلِّمُوۡا تَسۡلِیۡمًا ○

تو اے محبوب تمہارے رب کی قسم وہ مسلمان نہ ہوں گے جب تک اپنے آپس کے جھگڑے میں تمہیں حاکم نہ بنائیں پھر جو کچھ تم حکم فرما دو اپنے دلوں میں اس سے رکاوٹ نہ پائیں اور جی سے مان لیں۔

(پ 5 سورۃ النساء آیت نمبر 65)

میں اپنی بات کو سمیٹے ہوئے کہوں گا کہ میری یہ تقریر اصول قرآن اور فہم قرآن کے لحاظ سے ایک معیار کی حیثیت رکھتی ہے۔ میں نے طویل مطالعہ کے بعد یہ باتیں اخذ کیں اور آپ کے سامنے پہنچا دیں۔ یہ آپ کے پاس میری امانت ہیں۔ ان آیات کو یاد رکھیں اور پھر میری بات کو آگے پہنچائیں۔

آج فتنہ فساد کا دور چل نکلا ہے۔ آیات پڑھ کے صاحب قرآن پر اعتراضات کیے جا رہے ہیں اور آیات پڑھ کے اولیاء اللہ پر اعتراضات کیے جا رہے ہیں۔ میں آپ سے کہوں گا کہ ان لوگوں کا منہ بند کر دو۔ ان سے پوچھو کہ تم کہاں سے قرآن پڑھ رہے ہو۔ قرآن پڑھو تو سارا پڑھو۔ اس کے اسلوب بیان کو ذہن میں رکھ کے پڑھو۔ آیات کے انداز اور مخاطب کو دیکھو اور پھر ترجمہ کرتے ہوئے ان کے مفہوم کو لکھو اور بیان کرو۔ مفہوم پہ واردات نہ کرو۔

اللہ کا فرمان جہاں اللہ تعالیٰ کی عزتوں کو بیان کر رہا ہے وہاں اللہ کا قرآن اللہ والوں کی عزتوں کو بھی بیان کر رہا ہے۔

منافقوں نے یہ کہا تھا کہ ہم ذلیلوں کو مدینہ شریف سے نکال باہر کریں گے۔ اللہ تعالیٰ نے جواباً فرمایا کہ نہ تو میرے محبوب حضرت محمد ﷺ

ذلیل ہیں اور نہ ان کے خادم ذلیل ہیں بلکہ وہ تو عزت والے ہیں۔
میں نے نہ صرف اپنے محبوب علیہ السلام کو عزت دی ہے بلکہ ان کے خادموں کو بھی عزت سے نوازا ہے۔
دیکھیں کہ میرے پیارے نبی کریم ﷺ کے صحابہ کا حضور نبی کریم ﷺ کے وقت کیسا انداز ہوتا تھا۔
ایک دفعہ حضور سید عالم ﷺ اپنے گدھے پر سوار رئیس المنافقین عبداللہ بن ابی ابن سلول کے پاس سے گزرے تو اس نے ناک چڑھائی۔ یہ واقعہ بخاری شریف میں بھی ہے اور دوسری کتابوں میں مزید اضافے کے ساتھ موجود ہے۔ اس نے ناک چڑھائی اور کہا

آذانی نتن حمارک

آپ کے گدھے کی بدبو نے مجھے تکلیف دی ہے۔
تو حضرت عبداللہ بن رواحہ، کمانڈر صحابی، بول اٹھے

وَاللہِ لِحمارُ رسولِ اللہِ ﷺ اطیبُ ریحًا مِنکَ

خدا کی قسم! اے عبداللہ بن ابی ابن سلول میرے نبی کا گدھا تجھ سے زیادہ خوشبو والا ہے۔

(بخاری ج1 ص370)

دیکھیں، ہم نے محبتوں کا یہ درس آج نہیں بنایا۔ یہ تو ہم نے ان لوگوں سے سیکھا ہے جنہوں نے سرکار علیہ السلام کو دیکھا تھا۔ ہم اعتراض کرنے والوں میں سے نہیں ہیں۔ اے اعتراض کرنے والو! اے تنقید کرنے والو! صحابہ کی محبت دیکھو، صحابی کیا کہتے ہیں بلکہ ایک روایت میں یوں

ہے

وَاللهِ لَبُولُ حمارِ رَسولِ الله ﷺ اَطْیَبُ ریحًا مِنکَ

(الجلالین مع الجمل ج 4 ص 179)

خدا کی قسم رسول اللہ ﷺ کے گدھے کا پیشاب تجھ سے خوشبو والا ہے۔

یہ عام گدھے کا بول نہیں بلکہ سرکار کے گدھے کا بول ہے۔

اے ابن ابی سلول! تو ناک چڑھا رہا ہے، تجھ سے سرکار علیہ السلام کے گدھے کا پیشاب بھی زیادہ خوشبودار ہے۔ لہذا یہ عزت ان کے ذہن میں تھی کہ وہ سرکار کے گدھے کے بول کی بھی گستاخی برداشت نہ کر سکے۔ لیکن یہ آج کے بے لگام ہیں کہ میرے محبوب علیہ السلام کو منہ بھر بھر کے گالیاں دیتے ہیں۔ ان کی شان میں گستاخیاں کرتے ہیں۔ ان کی کتابیں حضور نبی کریم ﷺ کی گستاخیوں سے بھری پڑی ہیں۔ عزتیں تقسیم کرنے والا میرا خدا تو اپنے محبوب علیہ السلام کو عزتیں دے مگر اسماعیل دہلوی نے اپنی کتاب تقویۃ الایمان کے صفحہ 14 میں لکھا ہے کہ

مخلوق کا ہر فرد بڑا ہو یا چھوٹا، وہ اللہ کی شان سے آگے چمار سے بھی ذلیل ہے (استغفر اللہ)

یہ تقویۃ الایمان ہے یا کہ جنازۃ الایمان ہے۔

ان لوگوں نے تو ایمان کا جنازہ ہی نکال دیا ہے۔ کہتے ہیں اللہ کی شان کے آگے جو بھی چھوٹا ہے یا بڑا، بڑے تو سرکار علیہ السلام ہوئے، چھوٹے ہم ہوئے، جو بھی چھوٹا ہے یا بڑا، وہ اللہ کی شان سے آگے

چمار سے بھی ذلیل ہے (استغفر اللہ)۔ اللہ تعالی فرماتا ہے۔

وَ لِلّٰهِ الْعِزَّةُ وَلِرَسُوْلِهٖ وَ لِلْمُؤْمِنِيْنَ

(پ 28 سورہ المنافقون آیت نمبر 8)

عزت میری ہے، میرے رسول کی ہے، مومنین کی ہے۔

یا اللہ! پھر اعتراض کیوں کیا جارہا ہے؟

فرمایا

وَلٰكِنَّ الْمُنَافِقِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ

لیکن منافقین نہیں جانتے

اگر منافقین ایسی بات کریں تو اس پر غمگین نہ ہو کہ منافقین کو اس بات کا پتہ چل ہی نہیں سکتا۔

حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ کا ایسے لوگوں کے بارے میں جو نظریہ تھا اس کو امام بخاری نے اپنی صحیح بخاری میں روایت کیا ہے۔ آپ نے فرمایا

كَانَ ابْنُ عُمَرَ يَرَاهُمْ شِرَارَ خَلْقِ اللهِ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ جو صحابی رسول ہیں وہ ایسے لوگوں کو ساری مخلوق میں سے شریر سمجھتے تھے کیوں؟

قَالَ اِنَّهُمْ اِنْطَلَقُوْا اِلٰى آيَاتٍ نَزَلَتْ فِى الْكُفَّارِ فَجَعَلُوْهَا عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ

(بخاری ج 2 ص 1024)

ان لوگوں کا جرم یہ ہے کہ جو آیات کافروں کے بارے میں نازل ہوئی

تھیں یہ وہ بتوں کی اور ان کی مذمت کی آیتیں ولیوں کے بارے میں پڑھتے ہیں۔

آپ دیکھ لیں کہ یہ کون لوگ ہیں اور کن لوگوں کے بارے میں یہ فتویٰ ہے اور کن کا یہ طریقہ ہے۔

میرے رسول کریم ﷺ کا یہ فرمان ملاحظہ فرمائیں اور اس کی صداقت کے بارے میں سوچیں۔ انسان کی حیرت گم ہو جاتی ہے کہ کس انداز میں سرکار علیہ السلام نے یہ ارشاد فرمایا۔

ابن کثیر میں حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت موجود ہے کہ سرکار علیہ السلام نے یہ ارشاد فرمایا

مجھے اپنی امت پر کچھ چیزوں کا خطرہ ہے ان میں سے ایک قرآن ہے۔

سارے صحابہ پریشان ہو گئے کہ یہ قرآن تو ہدایت دینے کے لئے آیا ہے اور آپ نے اس کو اتنا سنبھال کر رکھنے کی دعوت دی ہے اور آپ ہی یہ ارشاد فرما رہے ہیں کہ مجھے تم پر قرآن کا خوف ہے۔

فرمایا۔ ہاں! ایک لحاظ سے مجھے خوف بھی ہے، کس طرح؟ فرمایا

يَتَعَلَّمُهُ الْمُنَافِقُوْنَ فَيُجَادِلُوْنَ بِهِ الْمُوْمِنِيْن

(ابن کثیر ج3 ص135)

فرمایا مجھے قرآن مجید کا خطرہ یہ ہے کہ منافقین اس کو پڑھ لیں گے اور مومنوں سے ٹکراتے رہیں گے۔ یہ سرکار ﷺ کے الفاظ ہیں۔

ہاتھوں میں قرآن لے کر پھرنے والوں کو پہچانو۔ اور دیکھو کیا فرمایا ہے منافقین میرا قرآن پڑھ جائیں گے اور قرآن کی آیتیں پڑھ پڑھ کے

مومنوں سے ٹکرائیں گے، مومنوں سے جھگڑا کریں گے، مومنوں کو الزام دیں گے، مومنوں پر اعتراض کریں گے۔

قرآن مجید ہر ایک کے ذہن کی غذا نہیں ہے۔ یہ ہر ایک سے برداشت نہیں ہو سکے گا۔ جب منافقین بھی اسے پڑھ جائیں گے تو پھر فساد ہو جائے گا کیونکہ الفاظ تو تبدیل نہیں کر سکیں گے اس لئے ترجمہ بدل کر یا پھر مفہوم بدل کر مسلمانوں پر شرک کا فتویٰ لگائیں گے۔ طرح طرح کے فساد کھڑے کریں گے۔ آخر میں اللہ تبارک و تعالیٰ سے دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں قرآن مجید کے صحیح مفہوم کو سمجھنے اور اس پر عمل پیرا ہونے کی توفیق عطا فرمائے (آمین ثم آمین)
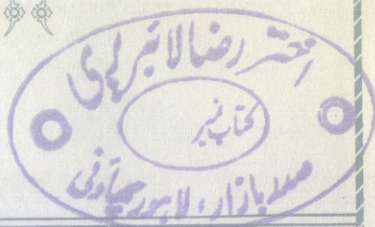
مفہوم قرآن بدلنے کی خطرناک واردات

(حصہ دوم)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِی شَرَّفَنَا بِصِیَامِ شَھْرِ رَمَضَانَ وَ اَنْزَلَ عَلٰی عَبْدِہِ الْقُرْآنَ وَ الصَّلٰوۃُ وَ السَّلَامُ عَلٰی حَبِیْبِہٖ، محبوبِ الانسِ وَ الجانِ و علٰی آلِہٖ وَ اَصحَابِہٖ فِی کُلِّ حِینٍ وَّ آن

امابعد

فَاعُوذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیطٰنِ الرَّجِیم

بِسمِ اللّٰہِ الرَّحمٰنِ الرَّحِیم

ھُدًی لِلنَّاسِ، صَدَقَ اللّٰہُ الْعَظِیْمُ وَ صَدَقَ رَسُولُہُ النَّبِیُّ الْکَرِیْمُ الْاَمِیْنُ۔

اِنَّ اللّٰہَ وَ مَلٰئِکَتَہٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْہِ وَ سَلِّمُوْا تَسْلِیْمًاo

اَلصَّلٰوۃُ وَ السَّلَامُ عَلَیکَ یَا سَیِّدِیْ یَا رَسُوْلَ اللّٰہ

وَ عَلٰی اٰلِکَ وَاَصْحَابِکَ یَا سَیِّدِیْ یَا حَبِیْبَ اللّٰہ

مَوْلَایَ صَلِّ وَ سَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا

عَلٰی حَبِیْبِکَ خَیْرِ الْخَلْقِ کُلِّھِمِ

ھُوَ الْحَبِیْبُ الَّذِیْ تُرْجٰی شَفَاعَتُہٗ

لِکُلِّ ھَوْلٍ مِّنَ الْاَھْوَالِ مُقْتَحِمٖ

مُنَزَّہٌ عَنْ شَرِیْکٍ فِیْ مَحَاسِنِہٖ

فَجَوْھَرُ الْحُسْنِ فِیْہِ غَیْرُ مُنْقَسِمٖ

مَوْلَایَ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا

عَلٰی حَبِیْبِکَ خَیْرِ الْخَلْقِ کُلِّھِمٖ

اللہ تبارک وتعالیٰ جل جلالہ و عم نوالہ و اتم برھانہ و اعظم شانہ کی حمد وثناء اور حضور پرنور شافع یوم النشور، دستگیر جہاں، غمگسار زماں، سید سروراں حامی بیکساں، خدا تعالیٰ کے حبیب دو جہاں کے طبیب، احمد مجتبیٰ، جناب محمد مصطفی ﷺ کے دربار گوہر بار میں ھد یہ درود وسلام عرض کرنے کے بعد۔

محترم سامعین! ماہ رمضان المبارک کی بخشش کا خصوصی عشرہ اپنی سعادتوں کے ہمراہ فرزندان اسلام کو نواز رہا ہے۔ رمضان المبارک کا دوسرا جمعۃ المبارک ہے ہم سب حالت روزہ میں اللہ کی بارگاہ میں حاضر ہیں۔ دعا ہے کہ خالق کائنات جل جلالہ ہماری اس نہایت اہم حاضری کو اپنی بارگاہ میں قبول فرمائے۔

محترم سامعین! گذشتہ رمضان المبارک میں ایک نہایت اہم فکری موضوع ''مفہوم قرآن بدلنے کی خطرناک واردات'' پر گفتگو آپ نے سماعت فرمائی۔ اس کا ایک حصہ آپ نے سنا۔ ملک کے طول وعرض میں اس کے کیسٹ پہنچے اور بہت اطراف سے اسی موضوع پر دوسری قسط کا مطالبہ کیا جاتا رہا۔ اللہ کے فضل وکرم سے ایک سال کے وقفے کے بعد

آج اس موضوع ''مفہوم قرآن بدلنے کی خطرناک واردات'' کی دوسری قسط آپ حضرات کے سامنے پیش کرنا چاہتا ہوں۔ دعا ہے خالق کائنات جل جلالہ الفاظ کو تاثیر، انداز کو حسن اور بات کو سمجھنے سمجھانے کی توفیق مرحمت فرمائے۔

پچھلے سال جو اس موضوع پر گفتگو ہوئی۔ شاید آپ میں سے کچھ حضرات وہ کیسٹ سن کے آئے ہوں۔ موضوع کا تعارف تو آپ کے ذہن میں موجود ہے کہ قرآن مجید برہان رشید جو کتاب ہدایت ہے اور جسے ھدی للناس کہا گیا ہے وہ تمام انسانیت کے لئے ہدایت ہے، تمام طبقات کے لئے ہدایت ہے۔ کوئی انسان دنیا کے کسی بھی کونے میں بستا ہے، اس کا تعلق سوچ کے کسی بھی طبقہ کے ساتھ ہے، قرآن مجید میں اس کے لئے ہدایت موجود ہے اور قرآن مجید اسے راہ حق کی طرف بلاتا ہے۔

المختصر شمال و جنوب، مشرق و مغرب، عرب و عجم ہر طرف قرآن مجید برہان رشید کی ہدایت موجود ہے اور قرآن مجید ہر بندے کے لئے حق کی طرف راہنمائی کر رہا ہے۔

قرآن مجید برہان رشید سے کچھ لوگوں نے اپنے غلط مقاصد پورے کرنے کے لئے استدلال کئے۔ ان میں سے کچھ تو سہواً غلطی کر گئے اور کچھ جان بوجھ کے اپنی حرص اور خواہش کے لئے قرآن مجید برہان رشید کی آیات کو غلط اسلوب میں استعمال کرتے رہے اور وہ قرآن مجید برہان رشید کے اندر معنوی تحریف کے مرتکب ہوئے۔ انہوں نے ترجمہ

قرآن مجید میں غلطیاں کیں اور اس طرح بگاڑ کی ایک صورت سامنے آئی۔

ہمارا یہ موضوع ترجمہ کی غلطی سے متعلق نہیں ہے۔ ایک سوجھ بوجھ رکھنے والا انسان جو قرآن مجید پڑھتا رہتا ہے اور اس کے ساتھ قرآن مجید کے ترجمہ سے بھی کچھ آگاہی اور واقفیت رکھتا ہے تو وہ تقابلی طور پر ترجمے کی ان غلطیوں سے مطلع ہو جاتا ہے۔ لیکن قرآن مجید کے ترجمہ کی غلطی سے ایک اگلا مقام ہے اور وہ ہے مفہوم قرآن مجید میں غلطی کرنا یعنی قرآن مجید برہان رشید کی آیت/آیات کا ترجمہ صحیح کرنا لیکن اپنا غلط مقصد نکالنا۔ وہ اس کو ایسے تناظر میں بیان کرتا ہے کہ جس سے اس کا اپنا مقصد ثابت ہو جائے۔ جس طرح کہ کوئی شخص کسی کو کسی بات کا چکمہ دیتا ہے، لفظوں میں اس بات کا ذکر نہیں کرتا۔ اپنی ہیئت کذائی سے، اپنی حالت اور کیفیت سے، اپنے اشاروں سے اس بات کا اظہار کرتا ہے حالانکہ بات اس واقعہ میں موجود نہیں ہوتی اور نہ ہی وہ اسے اپنی زبان سے کہہ رہا ہوتا ہے لیکن مخاطب اس کے غلط مطلب کو سمجھتا ہے اور اس سے فریب کھا جاتا ہے اس طرح اسے غلطی لگ جاتی ہے۔

قرآن مجید برہان رشید کو بھی کچھ لوگوں نے ایسے ہی تناظر میں استعمال کیا۔ آیات کو صحیح پڑھا، ترجمہ بھی صحیح کیا لیکن قرآن مجید برہان رشید سے جو انہوں نے ثابت کرنا چاہا، قرآن مجید کی مرضی کے خلاف جو مفہوم لینا چاہا، وہ ان کا خود ساختہ مفہوم تھا۔ اس مفہوم کی غلطی کی بہت سی مثالیں

پچھلی قسط میں آئیں۔

خوارج جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے مقابلے میں نکلے، جنہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو معاذ اللہ کافر قرار دیا۔ انہوں نے یہ کفر کا فتویٰ قرآن مجید کی آیت پڑھ کر لگایا۔ انہوں نے کہا

اِنِ الْحُکْمُ اِلَّا لِلّٰہِ

ان کا نعرہ تھا کہ حکم صرف اللہ کا ہے، فیصلہ صرف اسی کا ہے۔ چونکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ صلح کرتے ہوئے غیر اللہ کو حکم مان لیا، غیر اللہ کو فیصل مان لیا، لہذا انہوں نے قرآن مجید کی مخالفت کی ہے۔

قرآن مجید میں حصر کیا گیا تھا کہ حکم صرف اللہ تعالیٰ کا ہے۔ اس کی مخالفت کرنے کی وجہ سے معاذ اللہ یہ دائرہ اسلام سے خارج ہو گئے ہیں۔ اس طرح انہوں نے قرآن مجید کی آیت سے ایک صحابی رسول ﷺ، ایک خلیفۃ الرسول اور امیر المومنین کو کافر ثابت کرنے کی کوشش کی حالانکہ آپ کا ایمان، آپ کا عقیدہ، سارے کا سارا روز روشن کی طرح عیاں تھا اور عیاں ہے۔ خارجیوں نے قرآن مجید کی آیت پڑھ کے غلط مفہوم نکالا جس کی وجہ سے بہت سا بگاڑ پیدا ہوا اور بالآخر قتال کی صورت میں ان کی تحریک کو ختم کر دیا گیا۔ یہ ساری باتیں تفصیل کے ساتھ پچھلے بیان میں آ چکی ہیں۔ آج ہم قرآن مجید برہان رشید سے کچھ مزید مثالیں سامنے لائیں گے اور پھر موجودہ دور کے اندر جو لوگ

فکری طور پر اس جرم میں ملوث ہیں ان کی نقاب کشائی کریں گے۔ ہم ان چند مثالوں سے ثابت کریں گے کہ بہت سے ایسے مسائل جنہیں بظاہر وہ قرآن مجید کی حمایت سے پیش کرتے ہیں ان کا حقیقت سے کوئی تعلق نہیں۔ وہ فکری واردات کر رہے ہیں۔ مفہوم قرآن کو بدلنے کی کوشش کر رہے ہیں تا کہ سادہ لوح مسلمان ان کے داؤ پیچ نہ جانتے ہوئے ان کے شکنجے میں آ جائیں۔

محترم سامعین! اسی طرح کی ایک مفہوم کی غلطی شام کے کچھ لوگوں نے کی۔ اس کے راوی حضرت علی رضی اللہ عنہ ہیں۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا دور تھا۔ شام کے کچھ لوگوں نے شراب کی حلت کا قول کیا۔ انہوں نے کہا کہ شراب پینا جائز ہے۔ اس کے لئے انہوں نے جواز قرآن مجید سے پیش کیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے سامنے ان لوگوں کو پیش کیا گیا وہ بظاہر بڑے متقی اور پرہیز گار نظر آ رہے تھے۔ آپ نے ان سے پوچھا کہ تم شراب کیوں پیتے ہو، جوے کا مال کیوں کھاتے ہو؟ انہوں نے جواب میں کہا کہ اس کا تو ہمارے پاس جواز موجود ہے۔ آپ نے پوچھا کیا جواز ہے؟ انہوں نے اپنے جواز کو ثابت کرنے کے لئے ساتویں پارے کی یہ آیت پڑھی۔

لَيْسَ عَلَى الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ جُنَاحٌ فِيْمَا طَعِمُوْٓا اِذَا مَا اتَّقَوْا وَّ اٰمَنُوْا

جو ایمان لائے اور نیک کام کئے ان پر کچھ گناہ نہیں جو کچھ انہوں نے

چکھا جب کہ ڈریں اور ایمان رکھیں

(پ 7 سورۃ المائدہ آیت نمبر 93)

جو مومن ہیں اور نمازیں پڑھتے ہیں ان پر کوئی حرج نہیں۔

جو مومن ہیں، روزے دار ہیں اور عمل صالح کرتے ہیں ان پر کوئی حرج نہیں

فِيمَا طَعِمُوٓا جو بھی وہ کھائیں

خواہ وہ جوئے کا مال ہو، خواہ وہ شراب ہو یا شراب کی کمائی ہو ان پر کسی معاملے میں کوئی حرج نہیں

إِذَا مَا اتَّقَوْا جب تک کہ وہ ڈریں

یہ آیت انہوں نے جواز کے طور پر پیش کی۔

ایک عام آدمی کے سامنے اس آیت کا ترجمہ بیان کرنے کے بعد مفہوم اخذ کر کے بتایا جائے تو ایک عام شخص تو اس بات کو تسلیم کرنے پر آ جائے گا کہ واقعی اللہ تعالیٰ نے تو مطلقاً اجازت دے دی ہے بندے کے لئے شرط صرف یہ ہے کہ وہ مومن ہو، پرہیز گار ہو۔

وہ نمازی پرہیز گار ہو پھر چاہے جوئے کا مال کھائے

وہ نمازی ہو پرہیز گار ہو پھر چاہے شراب پیئے۔

اللہ تعالیٰ نے کھانے پینے کے مسئلہ میں اسے بالکل بری کر دیا ہے۔

فِيمَا طَعِمُوٓا إِذَا مَا اتَّقَوْا

جو بھی وہ کھائے خواہ وہ جوئے کا مال ہو

جو بھی وہ پیئے خواہ وہ شراب ہو

خالق کائنات نے مومن کے لئے کسی قسم کا کوئی حرج نہیں رکھا اور نہ ہی اس بارے میں پوچھ گچھ ہوگی۔

دیکھیں کتنا بڑا اندھیرا استدلال تھا۔ دن کو رات کہنے والی بات تھی۔ اس سورہ میں تو شراب کو حرام کہا جا رہا ہے اور اسی سورہ میں سے وہ جواز کا استدلال کر رہے تھے۔ اسی مقام پر چند آیات پہلے جوے کو حرام کہا جا رہا ہے اور ادھر وہ جواز کا استدلال کر رہے ہیں۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب ان کی بات کو سنا تو انہیں تعجب تو ہوا لیکن ان لوگوں کو اس کی سزا دے کر فوراً اس کی روک تھام کر دی۔ ایک عام سادہ لوح انسان اس جواب کے سامنے کیا کر سکے گا۔

آج مفہوم قرآن مجید پر واردات کرنے والے قرآن مجید کھول کر بیٹھ جاتے ہیں اور مجتہدین کی حیثیت سے درس قرآن دینا شروع کر دیتے ہیں۔ بخاری شریف اور مسلم شریف کی احادیث کے آداب، انداز اور ان کے اسلوب کو سمجھنا تو بعد کی بات ہے، دیکھئے، قرآن مجید برہان رشید میں کس قدر گہرائی ہے اور اس کا مفہوم غلط لینے سے کس قدر لوگوں کے گمراہ ہونے کا خطرہ ہے۔

وَ اَمَّا الَّذِیْنَ فِیْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ فَزَادَتْهُمْ رِجْسًا اِلٰی رِجْسِهِمْ وَمَاتُوْا وَهُمْ كٰفِرُوْنَ ○

اور جن کے دلوں میں ازار ہے انہیں اور پلیدی پر پلیدی بڑھائی اور وہ

کفر ہی پر مر گئے۔

(پ 11 سورۃ التوبہ آیت نمبر 125)

جن کے دلوں میں بغض ہوتا ہے قرآن مجید سے ان کے دلوں میں نور پیدا نہیں ہوتا بلکہ ان میں غلاظت اور گندگی بڑھتی ہے اور پھر اسی گمراہی اور کفر کی حالت میں ہی دنیا سے چلے جاتے ہیں۔ قرآن مجید سے جو اس طرح کا تعلق بنائے ہوئے ہیں، اس سے ان کے مرض کو قرآن مجید سے تعلق جوڑنے کے باوجود اس مرض کی غذا تو ملتی ہے لیکن شفا نہیں ملتی۔ جوں جوں وقت گزرتا ہے ان کا مرض بھی بڑھتا رہتا ہے۔

يُضِلُّ بِهٖ كَثِيْرًا وَّ يَهْدِيْ بِهٖ كَثِيْرًا

اللہ بہت سے لوگوں کو اس سے گمراہ کرتا ہے اور بہت سے لوگوں کو ہدایت دیتا ہے

(پ 1 سورۃ البقرۃ آیت نمبر 26)

جن کے دلوں میں مرض ہوتا ہے وہ قرآن مجید سے ہی ضلالت اور گمراہی پا لیتے ہیں۔ جس کی وجہ سے وہ دین و دنیا کے لحاظ سے خائب و خاسر ہو جاتے ہیں۔ شام کے کچھ لوگوں کے شراب اور جوئے کے جواز کے لئے قرآنی آیت سے استدلال کرنے کا یہ واقعہ طحاوی شریف جو شرح معانی الاثار کے نام سے حدیث کی مشہور کتاب ہے اس کی جلد نمبر 2 صفحہ نمبر 87 (مکتبہ امدادیہ) میں موجود ہے اور اس کا حقیقی مطلب بخاری شریف ج 2 ص 664 (قدیمی کتب خانہ) میں موجود ہے۔ اور احناف کی تفاسیر اور مستند ماخذ میں اس کا اصل مقصد موجود ہے۔ ان کے

مطالعہ سے اس آیت کا حقیقی ترجمہ کرتے ہوئے اس کا صحیح معنی و مفہوم سمجھ میں آتا ہے۔

اصل میں ہوا یہ کہ جب شراب حرام ہونے کا حکم نازل ہوا تو نبی کریم ﷺ نے لوگوں کو حکم دیا کہ اے اہل مدینہ تم پر شراب حرام کر دی گئی ہے۔ جب آپ نے یہ حکم سنایا تو صحابی کہتے ہیں کہ لوگوں نے شراب اس طرح بہائی کہ مدینہ شریف کی گلیوں میں شراب بہتی ہوئی نظر آئی۔ ان کے دلوں میں شراب سے اتنی نفرت پیدا ہوگئی کہ انہوں نے اسے غلیظ اور حرام قرار دیتے ہوئے گھروں سے نکال باہر گرایا۔ نالیوں میں بہایا۔

اس کے ساتھ ہی بعض صحابہ کے ذہنوں میں یہ سوال پیدا ہو کہ ہمارے وہ مسلمان بھائی جو اب تک شہید ہو چکے ہیں، وہ جب شہید ہوئے تھے تو شراب ان کے جسموں میں تھی، ان کے پیٹوں میں موجود تھی۔ انہوں نے نبی کریم ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر عرض کی کہ یا رسول اللہ ﷺ

قُتِلَ قَوْمٌ وَهِيَ فِي بُطُوْنِهِمْ

کچھ صحابہ کو جب شہید کیا گیا یہ شراب ان کے پیٹ میں تھی

(بخاری ج 2 ص 664)

جب شراب اتنی ہی حرام چیز ہے کہ اس کو رجس قرار دے دیا گیا ہے۔ اس کو اتنا گندہ بتایا گیا ہے اور اس سے اس قدر اجتناب کا حکم فرما دیا گیا ہے تو وہ ہمارے مسلمان بھائی جو حالت اسلام میں غزوات میں شہید ہو

گئے تھے اور جب وہ شہید ہوئے تھے

هِیَ فِیْ بُطُوْنِهِمْ   یہ ان کے پیٹوں میں تھی۔

تو اب ان سے کیا معاملہ ہوگا؟ جب اتنی ہی پلید اور ناپاک چیز ان لوگوں کے پیٹوں کے اندر موجود تھی تو اب ان کا کیا بنے گا؟ جب انہوں نے یہ سوال کیا تو اللہ تبارک وتعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی

لَیْسَ عَلَی الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ جُنَاحٌ فِیْمَا طَعِمُوْٓا اِذَا مَا اتَّقَوْا وَّ اٰمَنُوْا

جو ایمان لائے اور نیک کام کئے ان پر کچھ گناہ نہیں جو کچھ انہوں نے چکھا جب کہ ڈریں اور ایمان رکھیں۔

(پ 7 سورۃ المائدہ آیت نمبر 93)

میرے صحابہ تمہیں ان کے بارے میں گھبرانے کی ضرورت نہیں ہے، ان کے لئے پریشان ہونے کی ضرورت نہیں۔ جب وہ ایمان لے آئے اور نیک عمل کئے اور چونکہ شراب اس وقت تک حرام نہیں کی گئی تھی لہذا جو اس وقت انہوں نے پی اس کے بارے میں ان سے کوئی پوچھ گچھ نہیں ہوگی۔ اس حالت ایمان اس حکم کے نازل ہونے سے پہلے جو کچھ انہوں نے پیا اس میں کچھ حرج نہیں۔ وہ جب اس دنیا سے گئے تو اس وقت تک انہوں نے تقویٰ اختیار کئے رکھا۔ اس وقت جو نصاب مقرر تھا وہ اس پر پورے اترے۔ یہ بات ان کے نصاب میں شامل ہی نہیں تھی۔ لہذا تمہیں ان کے متعلق پریشان ہونے کی کوئی ضرورت نہیں۔ ان سے اس بارے میں کوئی سوال نہیں ہوگا۔

دیکھیں، ترجمہ تو وہی ہے مگر مفہوم یہ ہے۔ اب اگر کوئی ہوس پرست، حرص اور آز کا پجاری کھڑا ہو جائے اور کہے کہ شراب پینا تو جائز ہے اور قرآن مجید کی یہ آیت پڑھے تو اس کا یہ استدلال غلط ہے، اس کا اس آیت سے یہ مفہوم نکالنا سراسر غلط ہے، سراسر جھوٹ ہوگا، اس کا حقیقت سے کوئی تعلق نہیں ہوگا۔

جس طرح یہ صورت حال آپ نے دیکھی ہے ایسے ہی عقائد کے بہت سے مسائل میں لوگوں نے ایسی آیات کو معاذ اللہ اپنا آلئہ کار بنا رکھا ہے اور ان آیات سے جو مفہوم وہ ثابت کرنا چاہتے ہیں جن کا حقیقت سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ جیسے یہاں اس آیت میں شراب کی حلت کا بھی حقیقت کے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہے۔

دوسری مثال

ہم زندگی میں نیک عمل کرتے ہیں تو اس خوف سے کہ کل روز قیامت ہم سے پوچھ گچھ ہوگی۔ ہماری ہر سانس کا حساب ہوگا، ہر لفظ کا حساب ہوگا، ہر دن اور رات کا حساب ہوگا، میری ہر صبح اور شام کا حساب ہوگا، میرے ہر مہینے اور سال کا حساب ہوگا لہذا بندہ اس حساب سے ڈرتا ہوا اپنی ساری زندگی تقوے کے سایہ میں گزارنے کی کوشش کرتا ہے۔

اب اگر کوئی شخص ایک تحریک کا آغاز کرے کہ میں لوگوں کو اس خوف سے نجات دینا چاہتا ہوں جو ان کے ذہنوں پر ہر وقت طاری ہے کوئی تسبیح پڑھ رہا ہے تو کوئی نماز پڑھ رہا ہے، کوئی روزہ رکھ رہا ہے تو کوئی نفل

پڑھ رہا ہے۔اس خوف سے نجات دلانے کے لئے وہ اپنا منشور پیش کرتا ہے۔اس کے لئے وہ قرآن مجید سے دلیل پیش کرتا ہے۔کس طرح؟

قرآن مجید کے ستائیسویں پارے میں ہے

فَيَوْمَئِذٍ لَّا يُسْئَلُ عَنْ ذَنْبِهٖٓ اِنْسٌ وَّ لَا جَآنٌّ ۝

تو اس دن گنہگار کے گناہ کی پوچھ گچھ نہ ہوگی کسی آدمی اور جن سے۔

(پ 27 سورۃ الرحمٰن آیت نمبر 39)

قیامت کے دن انسان اور جن سے اس کے گناہ کے بارے میں کوئی سوال ہی نہیں ہوگا۔ جب سوال ہی نہیں ہوگا تو پھر ہمیں ڈرنے، مرنے کی ضرورت ہی کیا ہے؟ بھوکا رہنے کی ضرورت ہی کیا ہے؟

سارا دن پیاس برداشت کرنا، یخ بستہ راتوں میں قیام کرنا، ساری زندگی ڈر ڈر کے تقوے کے سایہ میں گزارنا، زندگی بھر محتاط اور پابند رہنا۔ جب سوال ہی نہیں ہوگا تو اس کی ضرورت ہی کیا ہے؟

نہ دن کی حرکت کا سوال ہوگا اور نہ رات کے قیام کا سوال ہوگا۔

نہ ہاتھ کے کام کا سوال ہوگا اور نہ زبان کے کلام کا سوال ہوگا۔

کیونکہ خود خالق کائنات فرما رہا ہے کہ جن وانس سے کوئی سوال نہیں ہو گا۔لہذا خوب کھاؤ پیو، عیش کرو، ان علماء کی بات بالکل نہ سنو، مسجد کی طرف نہ جاؤ، کوئی نیکی کا کام کرنے کے لئے تگ ودو نہ کرو اس لئے کہ یہی زندگی ہے، یہی جہان ہے۔ پھر کوئی سوال ہوگا نہ جواب ہوگا اس واسطے کہ اللہ تعالیٰ نے خود قرآن مجید میں ارشاد فرمایا ہے

فَيَوْمَئِذٍ لَّا يُسْئَلُ عَنْ ذَنْبِهٖٓ اِنْسٌ وَّلَا جَآنٌّ ۝

تو اس دن گنہ گار کے گناہ کی پوچھ نہ ہو گی کسی آدمی اور جن سے

(پ 27 سورہ الرحمٰن آیت نمبر 39)

اب ترجمہ تو یہی ہے تو کیا مفہوم بھی یہی ہے؟ کیا قرآن مجید کا پیغام یہی ہے؟ کیا قرآن مجید کی دعوت بھی یہ ہے؟ کیا قرآن مجید کا مزاج بھی یہ ہے؟ کیا قرآنی تعلیمات کا خلاصہ بھی یہی ہے؟ نہیں بلکہ وہ تو ہر لمحہ بندے کو ڈرا رہا ہے۔

مَا يَلۡفِظُ مِنۡ قَوۡلٍ اِلَّا لَدَيۡهِ رَقِيۡبٌ عَتِيۡدٌ٥

کوئی بات وہ زبان سے نہیں نکالتا کہ اس کے پاس ایک محافظ تیار نہ بیٹھا ہو۔

(پ 26 سورۃ قٓ آیت نمبر 18)

اے بولنے والے، ذرا ہوش سے بولنا، جب تو بولتا ہے تو جو تیری کندھوں پر بیٹھے ہیں وہ تیرا ہر لفظ لکھتے ہیں۔ تیری ہر سانس کا حساب ہو گا، ہر لمحے کا احساس ہو گا۔ ہر منٹ کا حساب ہو گا، تیری پوری زندگی کا حساب ہو گا، تجھ سے پوچھا جائے گا، تجھ سے سوال ہو گا۔ لیکن دوسری طرف وہ شخص سورہ رحمٰن والی آیت پیش کرتا ہے۔ جو مفہوم وہ نکالتا ہے اس مفہوم کا اسلام سے دور کا بھی تعلق نہیں ہے۔ ایک سادہ لوح انسان تو یہی کہے گا کہ میں تو سب کچھ چھوڑ کے قرآن مجید فرقان حمید کے پیچھے آیا ہوں اور میں تو قرآن مجید کی بات ہی مانتا ہوں۔

وہ سادہ لوح انسان جو اس آدمی کے کہنے پر قرآن کی بات مان لے گا تو کیا وہ کامیاب ہو جائے گا؟ ہر گز نہیں۔ وہ یقیناً ناکام ہو جائے گا، جہنمی

بن جائے گا کیوں؟ اس واسطے کہ قرآن مجید کا صحیح مفہوم سمجھنے کے لئے ساری آیات کو دیکھنا پڑتا ہے۔ پھر ترجمہ اور اس کا حقیقی مطلب سمجھ میں آتا ہے۔

اب ہم دیکھتے ہیں کہ یہاں پر تو ہے کہ اس سے سوال نہیں کیا جائے گا لیکن دوسرے مقام پر سورہ حجر چودھویں پارے میں اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان موجود ہے

فَوَرَبِّكَ لَنَسْئَلَنَّهُمْ اَجْمَعِيْنَ ۝ عَمَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝

تو تمہارے رب کی قسم ہم ضرور ان سے پوچھیں گے جو کچھ وہ کرتے تھے۔

(پ 14 سورۃ الحجر آیت نمبر 92،93)

لام بھی تاکید کے لئے، ن بھی تاکید کے لئے۔ اجمعین سارے لوگوں سے سوال ہوگا۔ عَمَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝ جو کچھ یہ کرتے رہے۔ جو بھی انہوں نے کیا، چاہے رات کو دن کیا یا رات کو کیا، پہلے پہر کو کیا یا پچھلے پہر کیا، ہاتھ سے کیا یا زبان سے کیا، آنکھ سے کیا یا کان سے کیا۔ اے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم ہم ہر چیز کا ان سے سوال کریں گے۔

یہ بھی قرآن مجید کی آیت ہے وہ بھی قرآن مجید کی آیت ہے

پھر مزید تاکید قرآن مجید کے تیئسویں پارے میں سورہ الصافات میں ہے

وَقِفُوْهُمْ اِنَّهُمْ مَّسْئُوْلُوْنَ

اور انہیں ٹھہراؤ، ان سے پوچھنا ہے

(پ 23 سورۃ الصّٰفّٰت آیت نمبر 24)

انہیں جلدی نہ لے جاؤ میں ان سے پوچھنا چاہتا ہوں۔
میں نے انہیں پیدا کیا، انہوں نے میرے کتنے حقوق پورے کیئے۔
مَسْئُوْلُوْنَ یہ سوال کیئے جائیں گے
ان سے سوال ضرور ہوگا، انہیں سوال کیئے بغیر چھوڑا نہیں جائے گا۔
یہ آیت دیکھیں کتنی تاکید کے ساتھ سوال کیئے جانے کو لازمی قرار دے رہی ہے۔ اللہ تعالیٰ قسم اٹھا کے کہہ رہا ہے کہ اے محبوب (ﷺ)! تیرے رب کی قسم، ہم سوال کریں گے ان سے جو تمہاری توہین کرتے ہیں، جو تمہاری راہوں میں کانٹے بکھیرتے ہیں، کافروں سے، منافقوں سے، فاسقوں سے، فاجروں سے، مومنوں سے۔
عَمَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْن جو کچھ یہ کرتے رہے
یہ سب انسان جو کچھ بھی کرتے رہے، ہر چیز کا ان سے سوال ہوگا۔
اب دیکھیں قرآن مجید میں ہی ہے کہ
فَيَوْمَئِذٍ لَّا يُسْئَلُ عَنْ ذَنْۢبِهٖٓ اِنْسٌ وَّلَا جَآنٌّ
تو اس دن گناہ گار کے گناہ کی پوچھ نہ ہوگی کسی آدمی اور جن سے

(سورۃ الرحمٰن آیت نمبر 39)

لا نفی کے لیئے ہے۔ اب ترجمہ یہی ہے جو میں کر رہا ہوں لیکن اگر کوئی شخص لوگوں کو بے عمل بنانے کے لیئے، دین سے دور کرنے کے لیئے، فکری واردات کرنا چاہتا ہے تو اس آیت اور اس کے ترجمہ سے استدلال کر سکتا ہے۔ لیکن اس کا حقیقی مفہوم اور مراد یہ ہرگز نہیں ہے۔

کیونکہ قرآن مجید کے متعلق اللہ تعالیٰ نے خود واضح فرما دیا ہے کہ اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔

سارا قرآن مجید الحمد سے لے کر والناس تک ایک ہی اسلوب پر ہے۔ اس کی آیات کہیں بھی ایک دوسری سے نہیں ٹکراتیں۔ ان آیات کا آپس میں کوئی تضاد یا مخالفت نہیں۔ اب ایک سادہ انسان کو کتنا واضح فرق نظر آ رہا ہے تو یہ فرق کیسے دور ہو سکتا ہے؟ یہ فرق تب دور ہو سکتا ہے جب انسان کو ترجمہ قرآن مجید کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ سے ہدایت بھی نصیب ہوئی ہو۔ وہ صرف ان لوگوں کا ہی اتباع نہ کرے جو صرف قرآن مجید برہان رشید کے ترجمہ پر ہی اکتفا کرتے ہیں بلکہ ان کی بات کو بھی سنے جو ترجمۂ قرآن مجید کے ساتھ ساتھ مفہوم قرآن مجید پر بھی پہرا دیتے ہیں۔ یقیناً یہ دونوں باتیں سچ ہیں کہ قیامت کے دن سوال ہوگا اور نہیں بھی ہوگا۔ یہ جو فرمایا گیا ہے کہ

لَا يُسْئَل سوال نہیں ہوگا

تو سوال کی دو قسمیں ہیں۔

ایک سوال ہوتا ہے جو سوال پوچھنے والا، سوال کرنے والا بطور علم سوال کرتا ہے یعنی سوال کر کے علم حاصل کرنا چاہتا ہے۔ جیسے کوئی پوچھتا ہے ''کیا تو نے پانی پیا ہے؟'' سوال کرنے والے کو خود پتہ نہیں کہ اس نے پانی پیا ہے یا نہیں۔ وہ پوچھتا ہے پھر اس کو علم حاصل ہوتا ہے۔ کیونکہ خالق کائنات خود ہر ایک کے متعلق مکمل طور پر جانتا ہے کہ انہوں نے کیا

کچھ کیا ہے۔ اس لئے فرمایا کہ مجھے تم سے پوچھ کر جاننے کی ضرورت نہیں ہے۔ اس دن جن وانسان سے یہ پوچھا نہیں جائے گا کہ تم نے کیا کچھ کیا ہے، مجھے خود ہی سب کچھ معلوم ہے۔

فَيَوْمَئِذٍ لَّا يُسْئَلُ عَنْ ذَنْبِهٖٓ اِنْسٌ وَّلَا جَآنٌّ ٥

تو اس دن گنہگار کے گناہ کی پوچھ نہ ہو گی کسی آدمی اور جن سے

تمہیں یہ مغالطہ ہرگز نہ رہے کہ جب ہم بتائیں گے ہی نہیں تو پتہ کیسے چلے گا، ہمارا کوئی عمل بے نقاب ہی نہیں ہو گا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اس مغالطے میں ہرگز نہ رہنا کیونکہ مجھے تم سے پوچھنے کی ضرورت ہی نہیں ہے۔

لَا يُسْئَلُ عَنْ ذَنْبِهٖٓ اِنْسٌ وَّلَا جَآنٌّ

جن وانس سے سوال نہیں کیا جائے گا

ایسا سوال کہ جس سے مقصد ان سے پوچھ کے علم حاصل کرنا ہو کہ ان کے بتانے سے معلوم ہو کہ فلاں بندے نے کتنی نافرمانی کی ہے اور دوسرے فلاں بندے نے کتنی کی ہے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ایسے پوچھنے کے لئے مجھے سوال کرنے کی ضرورت ہی نہیں ہے۔ اس غلطی میں ہرگز نہ رہنا کہ جب تم بتلاؤ گے تو ہمیں پتہ چلے گا بلکہ اس طرح کا سوال تم سے کیا ہی نہیں جائے گا کیونکہ مجھے سب کچھ پہلے ہی سے معلوم ہے۔ یہ جو سوال نہیں ہو گا تو وہ یہ ہے۔

اب دوسری طرف جو سوال ہو گا اس کا اسلوب اور انداز ملاحظہ

فرمائیں۔

فَوَ رَبِّکَ لَنَسْئَلَنَّهُمْ

اے محبوب! ہم ان سے سوال کریں گے۔

اے محبوب (صلی اللہ علیہ وسلم)! جو تم سے دشمنی کر رہے ہیں ہم ان سے پوچھ لیں گے۔ یہ جو ابوجہل، عتبہ، شیبہ، عبداللہ بن ابی ابن سلول اور جو دوسرے تمہارے منگر اور گستاخ ہیں ہم ضرور ان سے پوچھیں گے۔

فَوَ رَبِّکَ — اے محبوب! مجھے تیرے رب کی قسم

لَنَسْئَلَنَّهُمْ — ہم ان کو نہیں چھوڑیں گے۔

ہم ان سے پوچھیں گے اس سوال سے توبیخ والا سوال مراد ہے، جو ڈانٹنے کے انداز میں ہوتا ہے، جو جھڑکنے کے انداز میں ہوتا ہے۔ جو جھڑک رہا ہے وہ پہلے یہ جانتا ہے کہ اس نے کیا گناہ کیا ہے؟

یہ سوال کیا جا رہا ہے تو جاننے کے لئے نہیں کیا جا رہا بلکہ ڈانٹنے کے لئے، جھڑکنے کے لئے، ان کو پانی پانی کرنے کے لئے، ان کو شرم دلانے کے لئے اور ان پر عذاب طاری کرنے کے لئے کیا جا رہا ہے۔ حشر میں سوال نہیں ہوگا کیونکہ پہلے ہی سب کچھ معلوم ہے اور سوال ہوگا تو ڈانٹنے کے لئے ہوگا۔ یہ دونوں طرح کی آیات ہیں اور آپ بظاہر ان دونوں میں کتنا فرق محسوس کر رہے تھے لیکن حقیقت میں کوئی فرق نہیں ہے۔ اس واسطے کہ ہم نے قرآن مجید کے اسلوب کو سامنے رکھتے ہوئے ان دونوں آیات کے مفہوم کو دیکھا ہے تو ہمارے سامنے روشنی ہوگئی ہے کہ

جو فرمایا گیا کہ سوال نہیں ہوگا تو اس کا مقصد کیا ہے اور جو یہ فرمایا گیا کہ سوال ضرور ہوگا تو اس کا مقصد کیا ہے۔

مجھے اس بات پر بڑا تعجب ہوتا ہے جب کوئی یہ کہتا ہے کہ وہ تو قرآن مجید سے ثابت کر رہے تھے۔ فلاں فرقہ کا فلاں عالم! اپنا مؤقف قرآن مجید سے ثابت کر رہا تھا۔ دیکھیں جن کے دلوں میں کجی ہے وہ قرآن مجید سے کیا کچھ نہیں ثابت کر لیتے۔

اگر کسی کی سوچ بگڑ جائے، اگر کوئی بے ضمیر ہو جائے اور اگر کسی کی قسمت میں اندھیرے لکھے جا چکے ہوں تو اس قرآن مجید سے اپنی سوچ کے مطابق اندھیرے بھی مل سکتے ہیں۔

اب دیکھیں اگر کوئی شخص اسلام دشمن، مسلمان دشمن این جی اوز (NGOs) کا ایجنٹ بن جائے اور ان کا ہدف انسانی حقوق کے نام پر لوگوں کو بالکل بے خوف کرنا ہو، اسلام کے صراط مستقیم سے بٹانا ہو تو وہ اسی آیت سے استدلال کر کے بڑے بڑے پوسٹر چھپوا سکتا ہے۔

لَا يُسْئَلُ عَنْ ذَنْبِهٖٓ اِنْسٌ وَّلَا جَآنٌّ

اے لوگو! جو چاہو کھاؤ پیو، انسان کا تو کوئی حساب ہی نہیں ہوگا۔

اے لوگو! بالکل ڈرو نہیں کیونکہ تم سے تو کسی معاملہ کے متعلق پوچھا ہی نہیں جائے گا۔

تیسری مثال

اللہ تبارک وتعالیٰ نے قرآن مجید برہان رشید کے سولھویں پارے میں

فرمایا ہے۔

اُولٰئِکَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا بِاٰیٰتِ رَبِّهِمْ وَلِقَآئِهٖ فَحَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ فَلَا نُقِیْمُ لَهُمْ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ وَزْنًاo

یہ لوگ جنہوں نے اپنے رب کی آیتیں اور اس سے ملنے سے انکار کیا ان کے سب اعمال ضائع ہو گئے ہم قیامت کے دن ان کے لئے وزن قائم نہیں کریں گے۔

(پ 16 سورۃ الکھف آیت نمبر 105)

اب یہ بھی اسی سلسلے کی ایک دلیل ہے کہ کوئی شخص یہ کہے کہ جب اعمال تو وزن ہوں گے نہیں، اعمال کے وزن کے لئے ترازو ہی نہیں رکھا جائے گا۔ جب ترازو ہی نہیں ہو گا تو مطلب یہ بنا کہ اعمال تولے ہی نہیں جائیں گے۔ نتیجہ یہ نکلا کہ فیصلہ ہی نہیں ہو گا، کچھ بھی نہ ہو گا تو پھر موج ہو جائے گی۔ لیکن دوسرے مقام پر آٹھویں پارے میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

وَالْوَزْنُ یَوْمَئِذِ ۣ الْحَقُّ اور اس دن تول ضرور ہونی ہے

(پ 8 سورہ الاعراف آیت نمبر 8)

یعنی اس دن وزن ضرور ہو گا، سب کا ہو گا

فَمَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِیْنُهٗ فَاُولٰئِکَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ

تو جن کے پلڑے بھاری ہوئے وہی مراد کو پہنچے

(پ 8 سورۃ الاعراف آیت نمبر 8)

اب دیکھیں کہ ادھر ہے کہ وزن نہیں ہو گا اور ادھر ہے کہ وزن ضرور ہو

گا۔

اب پہلی آیت سے ایک شخص واردات کرنا چاہتا ہے، لوگوں کو اعمال کا وزن کیئے جانے سے بے خوف کرنا چاہتا ہے تو ہم اس شخص کی واردات کو پکڑنے کے لئے احادیث، صحابہ کرام کے آثار اور بزرگان دین کے اقوال کے علاوہ قرآن مجید سے ہی متعدد ایسے شواہد پیش کر سکتے ہیں کہ اس آیت کا جو ترجمہ تم مراد لے کر واردات کر رہے ہو وہ ترجمہ تو ٹھیک ہے لیکن اس آیت سے مراد یہ نہیں، اس آیت کی حقیقت یہ نہیں۔ ترجمہ تو یہ ہی ہے مگر یہ قرآن مجید کی آیت کا مفہوم اور مرضی نہیں۔ اس آیت کا مطلب یہ نہیں۔ قرآن مجید تو کچھ اور سمجھانا چاہتا ہے کیونکہ دوسرے مقام پر فرمادیا گیا ہے کہ وزن ہونا اس دن حق ہے۔ نہ صرف کافروں کے بلکہ مومنوں کے اعمال کا وزن بھی ہوگا۔ تو پھر تم کیسے اس آیت سے یہ مطلب نکالتے ہو کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اس دن ہم ان کے لئے میزان نہیں رکھیں گے،

فَلَا نُقِيمُ لَهُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَزْنًا

ہم ان کے اعمال کا کوئی وزن نہیں بنائیں گے۔

محترم سامعین! اس آیت کا مفہوم کیا ہے؟ جو صحیح مفہوم ہے وہ یہ ہے کہ خالق کائنات نے فرمایا: اے محبوب (صلی اللہ علیہ وسلم)! جن لوگوں نے کفر کیا اگرچہ وہ صدقہ کریں، خیرات کریں، اگرچہ وہ کعبے کی خدمت کریں، حاجیوں کو پانی پلائیں۔ اے محبوب (صلی اللہ علیہ وسلم)! ان کے ان سارے

اعمال کی ہمارے نزدیک کوئی ویلیو ہی نہیں، کوئی قدر و قیمت ہی نہیں۔ یہ نہیں کہ یہ سارے اعمال تولے نہیں جائیں گے، تولے جائیں گے مگر ان کا وزن ہی نہیں نکلے گا۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت کے دن کچھ لوگ آئیں گے۔ ان کے اعمال اتنے زیادہ ہوں گے کہ وہ ان کا وزن مکہ شریف کے پہاڑوں کے وزن سے بھی زیادہ خیال کریں گے لیکن جب پلڑے میں رکھے جائیں گے تو ایک تنکے جتنا وزن بھی نہیں نکلے گا۔

لہذا ثابت ہوا کہ وزن کرنے کی نفی نہیں ہے، حساب کی نفی نہیں ہے، وزن بھی ہوگا، حساب بھی ہوگا۔

فَلَا نُقِيمُ لَهُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَزْنًا

کا مطلب یہ ہے کہ اے محبوب! ان کے اعمال کی میرے نزدیک کوئی قدر و قیمت نہیں ہے۔

ان کے اعمال کا میرے نزدیک کوئی وزن نہیں، کوئی حیثیت نہیں، کوئی مقام نہیں، کوئی مرتبہ نہیں۔ وزن ضرور ہوگا لیکن یہ جو کہا گیا ہے کہ وزن نہیں ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ ان کے اعمال کی کوئی حقیقت نہیں ہے کیونکہ وہ کافر ہو گئے لہذا ان کے سارے کے سارے اعمال رائیگاں ہو گئے۔

مثالیں تو بہت سی پیش کی جا سکتی ہیں لیکن میں اپنے موضوع کو سمیٹتے

ہوئے Windup کرتے ہوئے اس کی تلخیص آپ کے سامنے رکھنا چاہتا ہوں۔

اگر آپ تاریخ کا مطالعہ کریں تو آپ دیکھیں گے کہ کس نے قرآنی آیات کے ساتھ کیسا کیسا ظلم کیا ہے۔ میں افسانوی طرز میں اپنے موضوع پر دلائل پیش نہیں کر رہا کہ ان کو رد کر دیا جائے گا۔ میں واردات کرنے والوں کا انداز اور قرآن مجید کا انداز آپ کے سامنے پیش کر رہا ہوں۔ اسلامی تاریخ کے تناظر میں ان ٹھوکریں کھانے والوں کی کئی مثالیں آپ کو پیش کی جا سکتی ہیں۔ میں آپ کو تاریخ سے مثالیں کرنے کی ضرورت اب محسوس نہیں کرتا کیونکہ میں نے آپ کو کافی مثالیں بیان کر دی ہیں۔ اب بھی اس معاشرے میں بہت سے لوگ ایسے موجود ہیں جو ایسے ہی قرآن مجید پڑھتے ہیں، اکثر ترجمہ بھی صحیح کرتے ہیں مگر ٹھوکر کھا گئے ہیں اور مفہوم غلط سمجھ بیٹھے ہیں۔

ربیع الاوّل شریف کی آمد ہوتی ہے۔ امت مسلمہ میلاد شریف کی خوشیاں منا رہی ہوتی ہے۔ حضور نبی کریم ﷺ کے فضائل و کمالات سننے سے ایک وجد و سرور کا سماں ہوتا ہے۔ اہل ایمان پر ہر طرف بہار آئی ہوتی ہے۔ ایسے میں کچھ لوگ چیں بچیں ہوتے ہیں کہ خوشی نہ کرو۔ کیوں نہ کرو؟ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔

لِكَيْلَا تَأْسَوْا عَلٰى مَا فَاتَكُمْ وَلَا تَفْرَحُوْا بِمَآ اٰتٰكُمْ

تا کہ غم نہ کھاؤ اس پر جو ہاتھ سے جائے اور خوش نہ ہو اس پر جو تم کو دیا

(پ 27 سورۃ الحدید آیت نمبر 23)

نیز اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے

لَا تَفْرَحْ خوشی نہ کرو

(پ 20 سورۃ القصص آیت نمبر 76)

لَا تَفْرَحُوْا اس ذات باری تعالیٰ کا حکم ہے، خوشی نہ کرو، خوشی کا اظہار نہ کرو۔ لہذا جب یہ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے تو تم خوشی کا اظہار کیوں کرتے ہو؟ اللہ تعالیٰ نے لاتفرحو فرما کر نہی فرما دی ہے۔ اگر تمہیں کچھ نعمت ملتی ہے، خوشی ملتی ہے تو اس پر خوشی کا اظہار نہ کرو۔ لیکن تم اتنا خوشی کا اظہار کرتے ہو، گھروں کو سجاتے ہو، بازار بھی سجاتے ہو، محفلوں کا اہتمام بھی کرتے ہو۔ اتنی خوشی اور وجد و سرور کا اظہار کرتے ہو جب کہ قرآن مجید میں ہے

لَا تَفْرَحُوْا خوشی کا اظہار نہ کرو

ستائیسویں پارہ میں ہے لَا تَفْرَحُوْا خوشی کا اظاہر نہ کرو۔ بیسویں پارہ میں ہے لاتفرح اب ان الفاظ کا لفظی ترجمہ یہی ہے مگر ان سے مطلب یہ لینا کہ سرکار کی ولادت کی خوشی نہ کی جائے، یہ مطلب لینا جرم ہے۔ یہ ہے مفہوم قرآن کو بدلنے کی واردات۔

لاتفرجو اللہ تعالیٰ نے کسی اور بارے میں فرمایا تھا اس کو پکڑ کے میلاد شریف کی خوشی نہ منانے پر فٹ کر دینا یہ مفہوم قرآن مجید کی واردات ہے۔ اس آیت کا رخ اور طرف تھا لیکن اس کا رخ پھیر کے، رخ کو بدل کے سرکار علیہ السلام کی ذات اقدس کے میلاد شریف کی خوشی نہ منانے کی طرف کر دینا یہ واردات ہے۔ اب دیکھو کس طرح اس

واردات کی چوری پکڑی جائے گی۔

اللہ تبارک وتعالیٰ نے یہ بتانا چاہا ہے کہ اے لوگو! تم کو جو تکلیف پہنچتی ہے اس پر اتنا افسوس نہ کیا کرو اور جو خوشی تمہیں ملتی ہے اس پر بھی خوشی کا اظہار نہ کرو۔ یہ خوشی اور غم سب اللہ کی طرف سے ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ یہ خبر میں نے کیوں دی

لِكَيْلَا تَاْسَوْا

تا کہ تم افسوس نہ کرو

عَلٰى مَا فَاتَكُمْ

اس چیز پر جو تمہیں نہیں مل سکی۔

وَلَا تَفْرَحُوْا بِمَآ اٰتٰكُمْ

اور اس پر تم خوشی کا اظہار نہ کرو جو تمہیں مل چکی ہے۔

کون سی خوشی؟ وہ خوشی جس پر خوشی کرنے والا اتراتا ہے، وہ خوشی جو تکبر کے طور پر منائی جاتی ہے۔

اگر کسی کو بیٹا عطا ہو تو وہ خوشی میں شراب کی دعوتیں کرنا شروع کر دے، کسی کو نفع ہو، مال و دولت ملے تو شراب کے جام پینے اور پلانے شروع کر دے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ تکبر نہ کرو۔ خوشی اگر کرنی ہے تو شکر کے انداز میں کرو۔

قُلْ بِفَضْلِ اللّٰهِ وَ بِرَحْمَتِهٖ فَبِذٰلِكَ فَلْيَفْرَحُوْا

تم فرماؤ اللہ ہی فضل اور اسی کی رحمت اور اسی پر چاہیے کہ خوشی کریں۔

(پ 11 سورۃ یونس آیت نمبر 58)

ادھر تھا لَا تَفْرَحُوا، خوشی نہ کرو۔ادھر ہے فلیفرحوا

خوشی کرنے کا امر ہے۔خوشی کرو اور خوشی نہ کرو دونوں چیزیں آ گئیں۔

اگر صحیح مفہوم نہ بیان کیا جائے تو انسان پزل (پریشان) ہو جائے گا کہ

قرآن مجید میں خوشی کرنے کا حکم ہے اور نہ کرنے کا بھی حکم موجود ہے۔

اب اگر کوئی خوشی نہ کرنے کی آیت سنا کر میلاد شریف کی خوشی سے روکتا

ہے تو اس نے قرآن مجید کے ساتھ بہت بڑی زیادتی کی اس واسطے کہ

قرآن مجید کا اسلوب یہ ہے۔

فَلْیَفْرَحُوا میں جو خوشی منانے کا حکم ہے تو وہ اس خوشی کا ہے جو شکر کے

انداز میں کی جاتی ہے، عاجزی سے کی جاتی ہے۔اے اللہ! تیرا لاکھ

لاکھ شکر ہے کہ تو نے اپنا محبوب ہمیں عطا فرمایا۔

لہذا میلاد شریف کی خوشی لاتفرحوا کا حصہ نہیں ہے بلکہ فلیفرحوا کا حصہ ہے

کیونکہ قرآن مجید اس کا تقاضا کرتا ہے جس طرح کہ آپ نے پچھلی

مثال میں دیکھا کہ ایک طرف ہے کہ حساب ہوگا، سب کچھ ہوگا۔اگرچہ

مقابلے میں دوسری آیات بھی پیش کی جارہی تھیں لیکن ان کا مطلب اور

تھا۔ایسے ہی میلاد شریف کی خوشی قرآن مجید کی رو سے اللہ کو مطلوب

ہے اور جو مقابلے میں آیت پڑھی جارہی ہے اس کا اس خوشی منانے

سے کوئی تعلق نہیں ہے۔تکبر والی خوشی اللہ تعالیٰ کو پسند نہیں ہے۔خوشی کرو

تو شکر کے انداز میں کرو۔حضور نبی کریم ﷺ کی خوشی تو صحابہ نے بھی

کی۔مسلم شریف میں ہے کہ صحابہ کرام مسجد نبوی شریف میں بیٹھے ہوئے

سرکار کی آمد کا تذکرہ کر رہے تھے۔ سرکار جب باہر نکلے تو صحابہ سے پوچھا، اے میرے صحابہ کیا کر رہے ہو؟ تو صحابہ نے کہا۔

قَالُوْا جَلَسْنَا تَدْعُو اللہُ وَ نَحْمَدُہٗ عَلٰی مَا ھَدَانَا لَدِینہ وَ من عَلَینَا بِکَ (شرح مسلم ج ۷ ص ۲۷۴)

اے محبوب ہم یہ کہہ رہے تھے کہ

فضل رب العلیٰ اور کیا چاہیے
مل گئے مصطفےٰ اور کیا چاہیے

انہوں نے کہا کہ ہم بیٹھے ہوئے اللہ تعالیٰ کو پکار رہے ہیں اس نے ہمیں اپنے دین کی ہدایت دی ہے اور آپ کو بھیج کر اس نے جو ہم پر احسان کیا ہے اس پر ہم حمد کر رہے ہیں۔

آپ نے پھر صحابہ علیھم الرضوان سے کہا کہ حلف دو، انہوں نے حلف اٹھایا کہ ہم صرف اسی لئے اجتماع کر رہے ہیں تا کہ آپ کی آمد کے ضمن میں جو ہم پر احسان ہوا ہے اس کا تذکرہ کر رہے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

لَمْ اَسْتَحْلِفُکُمْ تُھَمَۃً

میں نے تہمت کی وجہ سے تم سے حلف نہیں لیا۔

اَتَانِی جِبْرِیْلُ فَاَخْبَرَنِی اَنَّ اللہَ یُبَاھِی بِکُمُ الْمَلَائِکَۃَ

ابھی جبرائیل مجھے بتا کے گئے ہیں۔ اے زمین پر بیٹھ کر میری خوشی منانے والو! عرش عظیم پہ خدا تم پر فخر کر رہا ہے۔ مسلم (2801)، ترمذی

(2439)

اب کوئی لَاتَفْرَحُوْا یا لَاتَفْرَحْ میں سے کوئی آیت پڑھے اور مقصد یہ حاصل کرنا چاہے کہ میلاد شریف کی خوشی کرنا جائز نہیں تو اس کی کتنی بڑی بدنصیبی اور بدقسمتی ہے۔ اگر اس کو دوسری آیت کا پتہ نہیں تو میلاد کی خوشی کرنے کو حرام تو نہ کہے۔ لوگوں کو غلط مطلب سمجھانا اللہ کے محبوب علیہ الصلوٰۃ والسلام سے کتنی بڑی دشمنی ہے اور اس سے بڑھ کر اور دشمنی کیا ہو سکتی ہے کہ وہ قرآن مجید جو ان کی خوشی کا ہر لفظ میں اظہار کرتا ہے اس سے ہی ان کی آمد کی خوشی کے رد کے لئے دلیل دی جائے۔ اگر حضور نبی کریم ﷺ کی آمد کی خوشی کو اسی قرآن مجید کی آیت پڑھ کے روکا جائے تو یہ مفہوم قرآن مجید پر واردات ہو جائے گی۔ اس سے نہ قرآن راضی ہوگا اور نہ صاحب قرآن راضی ہوں گے۔

پھر دیکھئے، ابھی کل کی بات ہے کہ ایک مولوی صاحب ڈیلٹا روڈ سے آئے اور انہوں نے مجھے کہا کہ میں تو بڑا پریشان ہوں۔ لوگوں نے مجھے آ کے ایک آیت دکھائی، میں نے پڑھی اور ترجمہ واضح تھا، کوئی جواب نہ دے سکا اور میرا دل نہیں مانتا کہ جو کچھ یہ لوگ اس آیت سے ثابت کرنا چاہتے ہیں وہ صحیح ہو۔ انہوں نے کہا کہ ان لوگوں نے مجھے یہ آیت دکھائی ہے۔

اِنَّکَ لَا تَهْدِیْ مَنْ اَحْبَبْتَ وَلٰکِنَّ اللّٰهَ یَهْدِیْ مَنْ یَّشَآءُ

بے شک یہ نہیں کہ تم جسے اپنی طرف سے چاہو ہدایت کر دو ہاں اللہ

ہدایت فرماتا ہے جسے چاہتا ہے۔

(پ 20 سورۃ القصص آیت نمبر 56)

لہذا وہ مجھے بار بار کہتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ کو کوئی اختیار نہیں تھا وہ تو کسی کو ہدایت نہیں دے سکتے تھے، وہ تو کسی کو سیدھا راستہ نہیں بتا سکتے تھے۔

لیکن میں نے مثالوں کے ذریعے آپ پر واضح کیا ہے کہ قرآن مجید کی تمام آیات کو سامنے رکھیں گے تو پھر صحیح مفہوم کا پتہ چلے گا۔ اب ترجمہ یہی ہے لیکن قرآن مجید کا مفہوم یہ نہیں جو وہ لوگ ثابت کرنا چاہتے تھے۔ یہاں بھی وہی انداز اپنایا جائے گا۔ پھر پتہ چلے گا کہ حقیقت میں قرآن مجید کہنا کیا چاہتا ہے۔

اِنَّکَ لَا تَھْدِیْ مَنْ اَحْبَبْتَ وَلٰکِنَّ اللّٰہَ یَھْدِیْ مَنْ یَّشَآءُ

آپ جسے چاہیں ہدایت نہیں دیتے اللہ جسے چاہتا ہے ہدایت عطا فرماتا ہے۔

اس آیت کے ایک حرف کا بھی انکار نہیں ہو سکتا، اس کے ترجمے کا بھی انکار نہیں ہو سکتا۔ مگر اس سے یہ مراد لینا کہ نبی کریم ﷺ کو تو کوئی اختیار ہی نہیں تھا وہ تو کچھ کر ہی نہیں سکتے تھے، وہ تو کسی کو ہدایت دے ہی نہیں سکتے تھے۔ معاذ اللہ قرآن مجید کی اس آیت سے یہ اسلوب نکال کر لوگوں کے سامنے پیش کرنا بہت بڑا جرم ہے۔ کیوں؟ اس واسطے کہ اگر نبی کریم ﷺ نے لوگوں کو ہدایت ہی نہیں دینی تھی تو انہیں نبی بنا کے بھیجنے کا مقصد کیا تھا؟ ان کو بھیجنے کا مقصد ہی یہ تھا کہ لوگوں کو بتوں، جنات سے ہٹا کر اللہ کی طرف لے جانا اور اسی کو تو ہدایت کہتے ہیں جو کفر میں

ڈوبے ہوئے تھے، ان کے کفر کو توڑ کر، ان کے کفر کے تالے توڑ کر ان کے دلوں میں اللہ کی توحید کے عقیدہ کے بیج بونا یہ ہی تو ہدایت دینا ہے۔ سرکار تو ہدایت دینے ہی آئے تھے لیکن اگر یہ کہہ دیا جائے کہ وہ تو ہدایت دے ہی نہیں سکتے تھے تو پھر تو سارے کا سارا مقصد ہی فوت ہو جائے گا۔

محترم سامعین! کیونکہ موضوع مکمل کرنا چاہتا ہوں۔ اب دیکھئے یہ آیت پڑھی جا رہی ہے۔ آیت صحیح ہے لیکن اس کا مفہوم غلط لیا جا رہا ہے۔ اس کا مفہوم کیوں غلط ہے؟ اس واسطے کہ اس شخص نے جو آیت پڑھی ہے اس کو پچیسویں پارے کی یہ آیت نظر نہیں آتی۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

وَاِنَّكَ لَتَهْدِیْٓ اِلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ

اور بے شک تم (اے میرے محبوب ﷺ) ضرور سیدھی راہ بتاتے ہو۔

(پ25 سورۃ الشوریٰ آیت نمبر 52)

اِنَّ بھی ہے لام تاکید کا بھی ہے۔

اِنَّكَ لَتَهْدِیْ یقیناً آپ ہدایت کرتے ہیں۔

اور پارہ نمبر 13 میں فرمایا

اِنَّمَآ اَنْتَ مُنْذِرٌ وَّ لِكُلِّ قَوْمٍ هَادٍ

آپ تو ڈر سنانے والے ہیں اور ہر قوم کے ھادی

(پ13 سورۃ الرعد آیت نمبر 7)

ہم نے آپ کو منذر بنایا ہے اور ہر قوم کا ھادی بنایا ہے۔

دیکھیں! بچہ بچہ سرکار کو ھادی سمجھتا ہے لیکن آج یہ قرآن مجید کی آڑ میں

کتنا بڑا جرم کیا جا رہا ہے کہ سرکار تو کسی کو ہدایت نہ دے سکتے تھے اس کا مطلب تو یہ ہوا کہ وہ ھادی نہ تھے کیونکہ ہدایت نہ دے سکنے کا مطلب یہ ہے کہ وہ ھادی نہیں تھے حالانکہ آپ کو ھادی بنا کر بھیجا گیا ہے۔ قرآن مجید فرقان حمید کہتا ہے

اِنَّکَ لَتَھْدِیْٓ اِلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ

اے میرے محبوب (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ لوگوں کو سیدھے رستے کی طرف لے جانے والے ہیں

ان دونوں قسم کی آیات آپ کے سامنے ہیں تو مفہوم کیا بنے گا؟ مفہوم یہ بنے گا کہ اللہ تعالیٰ نے جو یہ فرمایا ہے کہ

اِنَّکَ لَا تَھْدِیْ مَنْ اَحْبَبْتَ

تو اس کا مطلب یہ ہے کہ آپ ہدایت کے خالق نہیں ہیں کہ اپنے پاس سے ہدایت کو پیدا کر کے عطا فرما دیں۔ ہدایت کا خالق میں ہوں اور قاسم ہدایت تم ہو۔

اب دونوں آیات کا مفہوم صحیح ہے کہ اِنَّکَ لَاتَھْدِیْ کا مطلب یہ ہے کہ آپ خود سے پیدا کر کے کسی کو ہدایت نہیں دے سکتے اور انک لتھدی کا مطلب یہ ہے کہ آپ ضرور ہدایت دیتے ہیں، ہدایت تقسیم فرماتے ہیں جو کہ میں نے پیدا کی ہے۔

محدث بریلوی امام احمد رضا خان رحمتہ اللہ علیہ نے ترجمہ ہی اس انداز میں کیا کہ صحیح مفہوم بھی متعین ہو گیا۔

اِنَّکَ لَا تَھْدِیْ الخ کا ترجمہ کیا ’’ بے شک یہ نہیں کہ تم جسے اپنی طرف سے چاہو ہدایت کر دو ہاں اللہ ہدایت فرماتا ہے جسے چاہے۔

ہم نے جو دونوں آیات سے مفہوم بیان کیا ہے، دیکھیں اس طرح مطلب کتنا واضح ہے۔ ساری آیات کا اس سے اتفاق ہے۔ اگر صرف یہ کہا جائے۔ انک لا تھدی، آپ ہدایت دیتے ہی نہیں، آپ کسی کی راہنمائی کر ہی نہیں سکتے تو پھر آپ دنیا میں تشریف ہی کیوں لائے تھے؟ آپ تو اتنی ہدایت والے تھے کہ جب حضرت عبداللہ بن سلام نے آپ کا چمکتا ہوا چہرہ دیکھا تو اسلام ان کے دل میں داخل ہو گیا۔ (مشکوۃ۔ ترمذی) حضرت ابو رافع کہتے ہیں۔ مجھے قریش نے بھیجا تھا، میں پیغام دینے آیا تھا۔ میں نے جب آپ کو دیکھا، آپ کی زیارت سے مشرف ہوا تو کیا ہوا

القی فی قلبی الاسلام (ابوداؤد، مشکوۃ 347)

آپ کی تقریر سننا تو درکنار، میں نے آپ کو دیکھا تو اسلام میرے دل میں داخل ہو گیا۔ یہ سرکار کی کتنی بڑی ہدایت ہے۔

لہذا اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ ذات باری تعالیٰ یہ ظاہر کرنا چاہتی ہے کہ آپ ہدایت کے خالق نہیں ہیں، ہدایت میری مخلوق ہے۔ میں ہدایت پیدا کرتا ہوں۔ آپ قاسم ہیں، آپ اس کو تقسیم کرنے والے ہیں۔ آپ اللہ کے اذن سے، اس کی رضا کے مطابق ہدایت عطا فرماتے ہیں۔

اب دیکھئے، ایک صاحب نے اگلے دن قرآن مجید برہان رشید سے ایک اور آیت پیش کی اور وہ روزانہ اسے پیش کرتے ہیں کیونکہ یہ ان کا حصہ ہے کہ وہ ایسی آیات کی تلاش میں رہتے ہیں کہ جن سے ان کی بے راہ روی کو تقویت مل سکے اور یہ ہماری خدمت ہے کہ ہم ان کی اس گنجائش کو ختم کرنے کے لئے تیار رہتے ہیں۔

پورے کا پورا قرآن مجید تو سرکار کی تعریف کرتا ہے۔ سرکار کی طرف کسی عیب کی نسبت نہیں، ان کے مولویوں نے ان کو اس طرح کی آیات یاد کروادی ہیں اور یہ بغیر سوچے سمجھے پیش کردیتے ہیں۔

قُلْ لَّآ اَمْلِكُ لِنَفْسِىْ نَفْعًا وَّلَا ضَرًّا اِلَّا مَاشَآءَ اللّٰهُ وَلَوْ كُنْتُ اَعْلَمُ الْغَيْبَ لَاسْتَكْثَرْتُ مِنَ الْخَيْرِ

تم فرماؤ میں اپنی جان کے بھلے برے کا خود مختار نہیں مگر جو اللہ چاہے اور اگر میں غیب جان لیا کرتا تو یوں ہوتا کہ میں نے بہت بھلائی جمع کرلی۔

(پ9 سورہ الاعراف آیت نمبر 188)

وہ یہ آیت پڑھ کر تبلیغ کرتے ہیں کہ آپ کو تو کوئی اختیار ہی نہیں، آپ تو کسی چیز کے مالک ہی نہیں، آپ کچھ نہیں کرسکتے، آپ کو کس طرح کا کوئی غیب نہیں۔ یہ آیت پیش کرکے وہ اپنی طرف سے نقطۂ عروج پر پہنچ گئے ہیں اور اپنے لئے انہوں نے گمراہی کا پھندا بالکل تیار کرلیا ہے۔

انہیں پتہ نہیں کہ قرآن مجید کی آیات کو شرابیوں نے شراب پینے کے جواز میں پیش کیا اس قرآن مجید کی آیات کو جہنمیوں نے جہنم سے بچنے کے لئے پیش کیا کہ جہنم میں تو تب جائیں گے اگر حساب کتاب ہوگا۔ مگر

انہیں معلوم نہیں کہ قرآن مجید کی آیات ہدایت اسے دیتی ہیں جس کے دل میں قرآن والے کی محبت موجود ہو۔

قُلْ لَّآ اَمْلِكُ لِنَفْسِیْ ,الخ,

اے محبوب ان کو فرما دو میں مالک نہیں ہوں اپنے نفس کے لئے کسی نفع کا اور کسی نقصان کا، آگے توجہ سے نہیں دیکھتے

اِلَّا مَاشَآءَ اللّٰہُ مگر وہ جو اللہ چاہے

اللہ تعالیٰ نے حضور نبی کریم ﷺ کو زمین کے خزانوں کی کنجیاں عطا فرما دیں۔ تمام علاموں میں تصرف کی احادیث موجود ہیں لیکن چونکہ یہ تمام اختیار و تصرف اللہ تعالیٰ کی عطا سے حاصل ہوا اس لئے بجائے فخر و بڑھائی کے آپ نے ہمیشہ عاجزی کو پسند فرمایا اور اپنے صحابہ کو فرمایا اے صحابہ! میں اپنے نفس کے لئے نفع نقصان کا مالک نہیں ہوں۔ یعنی جو اختیار و قدرت مجھے حاصل ہے اس کا میں خود سے مالک نہیں۔ میں اس کا مالک ہوں جو میرا خدا چاہتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے بھی قرآن پاک میں اسی نقطہ کو بیان فرمایا ہے اور گستاخوں کی طرح مطلقاً اختیار و تصرف اور ملک کی نفی نہیں فرمائی بلکہ اسی آیت میں بھی الا ماشاء اللہ میں آپ کو عطا کردہ اختیار و قدرت اور تصرف کا بیان ہے۔

میں اس کا مالک ہوں جو میرا خدا چاہے۔ میں اس کا مختار ہوں جو میرا خدا چاہے۔

حضور نبی کریم ﷺ کی شان میں بک بک کرنے والی اسی آیت کو پڑھ کر آپ نبی کریم ﷺ کی ذات اقدس کو بتوں کے ساتھ ملانے کی کوشش کر رہے ہیں۔ میں چیلنج کرتا ہوں کہ پورے قرآن مجید میں جہاں بتوں کے نفع ونقصان پہنچانے کی نفی کی گئی ہے وہاں اِلَّا مَاشَآءَ اللّٰہ کے الفاظ دکھائیں۔ بتوں کے لئے مطلقاً نفی ہے اور سرکار علیہ الصلوۃ والسلام وہ ہیں جنہوں نے ذاتی کی نفی مار کر اِلَّا مَاشَآءَ اللّٰہ سے عطائی کا ثبوت فرما دیا۔ دیکھیں کتنا واضح فرق ہے۔

اگر اِلَّا کے بعد والے الفاظ نہیں پڑھیں گے تو لا الہ میں بھی تو صرف الہ کی نفی ہے اثبات تو اِلَّا سے ہوگا۔ اِلَّا کے اندر اتنا بڑا اثبات ہے کہ جس اثبات کے نزدیک پھر کوئی نفی نہیں جا سکتی۔ ایسے ہی سرکار علیہ الصلوۃ والسلام نے لا املک میں ہر ملک کی نفی فرما دی مگر اِلَّا مَاشَآءَ اللّٰہ میں جس ملک کا ثبوت فرمایا وہ ایسا ملک ہے

میں تو مالک ہی کہوں گا کہ ہو مالک کے حبیب
یعنی محبوب و محبّ میں نہیں میرا تیرا

جو شخص یہ آیت پڑھتا ہے کہ حضور ﷺ اپنے کسی نفع ونقصان کے مالک نہیں ہیں تو میں یہی کیوں گا کہ اگر اس میں تھوڑی سی بھی غیرت ایمانی ہو تو کاش اپنے ضمیر سے پوچھے کہ میں نماز پڑھ سکتا ہوں کہ نہیں۔ وہ کہے گا کہ پڑھ سکتا ہوں تو اس کے خیال کے مطابق اس کی نماز اسے فائدہ دے گی یا نہیں دے گی؟ ہمارے خیال کے مطابق تو سرکار کی عزت و

شان گھٹانے والے کو کوئی فائدہ نہیں دے گی لیکن اس کے خیال کے مطابق فائدہ دے تو کیا اس نے معاذ اللہ نبی علیہ الصلوۃ والسلام کو اپنے سے بھی ادنیٰ سمجھ لیا ہے کہ تو تو اپنے آپ کو فائدہ پہنچا سکے اور اللہ کے نبی علیہ الصلوۃ والسلام کوئی فائدہ نہ پہنچا سکیں۔ یہی مطلب تم اس آیت سے نکال رہے ہو کہ

لَا اَمْلِکُ لِنَفْسِیْ نَفْعًا   میں اپنے نفس کو کوئی فائدہ نہیں پہنچا سکتا

اپنے مؤقف میں اس آیت کو پیش کرنے کا مطلب یہی ہے کہ معاذ اللہ نبی علیہ الصلوۃ والسلام بت اور طاغوت کی طرح ہیں کہ اپنے آپ کو کوئی فائدہ نہیں پہنچا سکتے ہیں۔ اے بدتمیز گستاخ انسان! تو تو اپنے آپ کو فائدہ پہنچائے لیکن وہ رسولوں کے امام کیوں فائدہ نہیں پہنچا سکتے؟

ان لوگوں نے تو کبھی یہ سوچا ہی نہیں کہ یہ کتنی بڑی جسارت کر رہے ہیں۔ اس آیت میں تو واضح فرما دیا گیا ہے کہ میں ذاتی طور پر تو تنکے کا بھی مالک نہیں ہوں لیکن جو خدا چاہے اس کا مالک ضرور ہوں۔ اس میں عاجزی بھی ہے اور حقیقت بھی ہے۔

فرمایا: میں اگر کسی کو جنتی ہونے کا پروانہ عطا کرتا ہوں تو اللہ کی عطا سے عطا کرتا ہوں۔

نفع دینے کی وضاحت کے لئے بخاری شریف ج 1 ص 179 پر جو نبی کریم ﷺ کی حدیث شریف ہے وہ ملاحظہ فرمائیں۔

حضرت عقبٰی بن عامر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں

خَرَجَ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ یَوْمًا فَصَلّٰی عَلٰی اُحُدٍ صَلَاتَہٗ عَلٰی الْمَیِّتِ

آپ احد کے شہیدوں کے مزارات پر تشریف لے گئے آپ نے وہاں ایسی نماز ان پر پڑھی جیسی کہ میت پر پڑھی جاتی ہے

ثُمَّ انْصَرَفَ اِلَی الْمِنْبَرِ   پھر آپ منبر پر بیٹھے

اور ممبر شریف پر بیٹھ کر حضور نبی کریم ﷺ نے تقریر فرمائی۔ آپ کا یہ خطاب بخاری شریف میں موجود ہے اور اس کا ہر ہر لفظ سنی مسلمانوں کے عقیدے کو ثابت کرنا والا ہے۔ سرکار نے ممبر پر بیٹھ کر یہ ارشاد فرمایا۔ حضور نبی کریم ﷺ کے صحابی نے اس کی وضاحت اس لئے کردی کہ کوئی بد بخت یہ نہ کہے کہ یہ خواب کی بات تھی۔ ممبر پر بیٹھ کے آپ نے کیا ارشاد فرمایا؟ فرمایا

اِنِّیْ فَرَطُکُمْ

میرے صحابہ، میری امت، میں تمہارے لئے فرط ہوں

فرط کون ہوتا ہے؟ فرط اسے کہتے ہیں کہ ابھی سارا قافلہ پیچھے ہو اور ایک پہلے چلا جائے اور جا کے ان کے رہنے کا بندوبست کردے۔ فرمایا میں تمہارا فرط ہوں تم قیامت تک پہنچو گے، بعد میں آؤ گے۔

میری امت گھبرانا نہیں، حوض کوثر کے جام میرے ہاتھ میں ہوں گے۔ ان کا اختیار اللہ نے مجھے عطا فرمایا ہے۔

میری امت! صراط مستقیم اور ترازو پر میں کھڑا ہوں گا۔

میری امت! شفاعت کا، مقام محمود کا عہد یدار میں ہوگا۔

میری امت! میں تمہارے لئے فرط ہوں

نفع دیا یا کہ نہیں۔ نفع ان کو ہوگا جو آپ سے نفع ملنے کا عقیدہ رکھتے ہیں۔

پہلے فرمایا، میں تمہارا فرط ہوں

پھر فرمایا

اَنَا شَهِيدٌ عَلَيْكُمْ   میں تمہارا گواہ بھی ہوں

میری امت میں تمہیں دیکھ رہا ہوں گا، بعد میں عمل کرتے رہنا، نمازوں کو چھوڑنا نہیں میں تمہارا فرط بھی ہوں اور گواہ بھی ہوں۔

میں تمہارے آگے بھی ہوں اور تمہارے ساتھ بھی ہوں۔

وَاِنِّیْ وَاللهِ   خدا کی قسم، خدا کی قسم

سرکار علیہ الصلوۃ والسلام قسم اٹھا کر فرمارہے ہیں

وَاِنِّیْ وَاللهِ لَا نظُرُ اِلٰی حَوْضِیْ الْاٰنَ

خدا کی قسم، اس مسجد نبوی شریف کے ممبر پر بیٹھ کر میں اب بھی حوض کوثر کو دیکھ رہا ہوں

یہ وہ نگاہ ہے کہ جس کے بارے میں میرا عقیدہ ہے کہ وہ گنبد خضریٰ سے ہمیں دیکھ رہی ہے۔ یہ اس نگاہ کی شان ہی بیان کی گئی ہے کہ زمین پر بیٹھ کر جنت کے حوض کوثر کو دیکھ رہے تھے۔

انظر مضارع کا صیغہ ہے۔ اصطلاح کے مطابق جملہ اسمیہ جس کی خبر جملہ فعلیہ ہو دوام تجدد پر دلالت کرتا ہے۔

یہ کہنے کے بعد آپ نے کیا فرمایا؟

اِنِّیْ قَدْ اُعْطِیْتُ مَفَاتِیحَ خَزَآئِنِ الْاَرْضِ

اللہ نے زمین کے سارے خزانوں کی چابیاں مجھے عطا فرمائی ہیں۔

یہ کسی دیوان کی مبالغہ آمیز بات نہیں ہے۔ میں شعر پڑھ کے تمہیں دلیل پیش نہیں کررہا ہوں یہ بخاری شریف کی حدیث ہے اور کتاب اللہ کے بعد بخاری شریف کا درجہ ہے۔

یہ الفاظ سرکار کے اپنے ہیں۔ یہ صحیح سند کے ساتھ ہم تک پہنچے ہیں۔

کہ خواب کی بات نہیں، یہ بیداری کی بات ہے۔ سرکار قسم اٹھا کے فرما رہے ہیں۔

خدا کی قسم

اُعْطِیْتُ مَفَاتِیحَ خَزَائِنِ الْاَرْضِ

خزائن، خزانہ کی جمع ہے۔ فرمایا کہ ایک دو خزانوں کی بات نہیں بلکہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے زمین کے سارے خزانوں کی چابیاں مجھے عطا فرمادی ہیں۔ ظاہر ہے خزانوں کی چابیاں جس کے پاس ہوں اور خزانے عطا فرمادیئے گئے ہوں پھر وہ کتنا نفع دے سکتا ہے۔ پھر آپ نے فرمایا

اَنْ تُشْرِکُوْا بَعْدِیْ

یہ فرما کر بھی سرکار نے ہماری حمایت فرمادی

فرمایا: خدا کی قسم، مجھے اپنے بعد تمہارے مشرک ہونے کا کوئی خطرہ نہیں۔

وَلٰكِنِّیْ اَخَافُ عَلَيْكُمْ اَنْ تَنَافَسُوْا فِيْهَا

فرمایا: ہاں دنیا کی محبت میں مبتلا ہو جانے کا خوف ہے۔

پیسے کی محبت آ سکتی ہے، مال و دولت کی محبت آ سکتی ہے لیکن میری امت کبھی بھی شرک تم میں نہیں آ سکتا۔ جن دلوں میں میری محبت اور میرے خدا کی محبت آ گئی ہے ان دلوں میں کبھی بھی بت کی محبت نہیں آ سکتی۔

یہ سرکار کا فرمان ہے اور کتنا عالیشان فرمان ہے۔۔

دیکھیں، سرکار نے کتنا فائدہ دیا کہ وہ لوگ جو جہنم کے گڑھوں میں گرے ہوئے تھے، سرکار علیہ الصلوۃ والسلام نے انہیں جنتوں کے وارث بنا دیا۔

سرکار سے انہیں کتنا بڑا فائدہ ملا کہ جس نے انہیں بھی حالت ایمان میں دیکھا وہ بھی جہنم میں نہیں جا سکتا۔ حدیث شریف میں ہے۔

لَا تَمَسُّ النَّارُ مُسْلِمًا رَاٰنِیْ اَوْرَاٰی مَنْ رَاٰنِیْ

اس شخص کو آگ نہیں چھو سکتی جس نے حالت اسلام میں مجھے دیکھا یا میرے دیکھنے والے کو دیکھا۔

(کنز العمال: 32480، جامع ترمذی 3858)

(ترمذی ابواب المناقب باب ما جاء فِیْ فَضْلِ مَنْ رَاٰیَ النَّبِیَّ صلی اللہ علیہ وسلم وَصَحِبَہٗ)

اب آیت کے دوسرے حصے کی طرف آئیے

وَلَوْ كُنْتُ اَعْلَمُ الْغَيْبَ لَاسْتَكْثَرْتُ مِنَ الْخَيْرِ

اگر میں غیب جانتا ہوتا تو میں بہت خیر اکٹھی کر لیتا

یہاں سے جو غیب کی نفی مطلقاً ثابت کرے۔ وقت کے اختصار کے پیش

نظر میں آپ کی توجہ اس بات کی طرف مبذول کرانا چاہتا ہوں کہ اس آیت میں سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام ارشاد فرما رہے ہیں

وَلَوْ كُنْتُ اَعْلَمُ الْغَيْبَ اگر میں غیب جانتا ہوتا

دیکھنا تو یہ چاہیے کہ سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کس سن میں، کس تاریخ میں، کس موقع پر یہ اظہار فرمایا تھا تاکہ صحیح مفہوم واضح ہو۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُطْلِعَكُمْ عَلَى الْغَيْبِ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَجْتَبِىْ مِنْ رُّسُلِهٖ مَنْ يَّشَآءُ

اور اللہ کی شان یہ نہیں کہ اے عام لوگو تمہیں غیب کا علم دے دے ہاں اللہ چن لیتا ہے اپنے رسولوں سے جسے چاہے۔

(پ 4 سورۃ آل عمران آیت نمبر 179)

اب دیکھیں، ایک آیت کو سامنے رکھ کے شرابی شراب کی طرف جارہا تھا اور دلیل قرآن مجید سے دے رہا تھا۔ ایک آیت کو سامنے رکھ کر بے عمل بے عملی کی طرف جارہا تھا اور دلیل قرآن مجید سے دے رہا تھا اور خوارج ایک آیت کو سامنے رکھ کے امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ عنہ پر کفر کا فتویٰ لگا رہے تھے اور قرآن مجید کی ایک آیت کو سامنے رکھ کر لوگ میلاد النبی ﷺ کی خوشی سے روک رہے تھے، حرام قرار دے رہے تھے۔ اب یہاں ایسے ہی ایک آیت کو سامنے رکھ کے اللہ کے محبوب علیہ الصلوٰۃ والسلام کے علم کا انکار کیا جارہا ہے۔ ان آیات کا صحیح مفہوم وہی ہے جو دوسری قرآنی آیات کو سامنے رکھ کے کیا گیا۔ کاش کہ یہ لوگ غور وفکر

کریں تو ان پر واضح ہوگا کہ یہ حکم اس وقت تھا جب اللہ تعالیٰ نے سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام کو مطلع نہیں فرمایا تھا۔ جب مطلع فرما دیا تو پھر تو غیب کا علم عطا ہوگیا۔ اس کی دلیل کیا ہے؟ بھائیو! اس کی دلیل یہ ہے کہ یہ آیت کریمہ

وَلَوْ كُنْتُ اَعْلَمُ الْغَيْبَ اگر میں غیب جانتا ہوتا

نویں پارے میں سورہ اعراف میں ہے، سورہ اعراف مکی سورت ہے اور دوسری آیت جس میں اللہ تبارک وتعالیٰ سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لئے غیب کا اثبات فرما رہا ہے وہ سورہ آل عمران میں ہے۔

وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُطْلِعَكُمْ عَلَى الْغَيْبِ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَجْتَبِىْ مِنْ رُّسُلِهٖ مَنْ يَّشَآءُ

اور اللہ کی شان یہ نہیں کہ اے عام لوگو تمہیں غیب کا علم دے دے ہاں اللہ چن لیتا ہے اپنے رسولوں میں سے جسے چاہے

سورہ آل عمران مدنی سورت ہے یعنی ہجرت کے بعد کی ہے خواہ یہ کسی مقام پر نازل ہوئی۔ اس آیت نے آ کے سرکار کے علم کے جھنڈے لہرا دیئے۔ ان کو اس آیت کے پڑھنے کی توفیق ہی نہیں ملتی۔

قرآن مجید کا اسلوب اس بات کو ثابت کر رہا ہے کہ پہلا ارشاد اس وقت کا تھا جب تک اللہ تعالیٰ نے آپ کو غیب کے خزانے عطا نہیں فرمائے تھے لیکن جب اللہ تعالیٰ نے یہ فرما دیا

وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُطْلِعَكُمْ عَلَى الْغَيْبِ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَجْتَبِىْ مِنْ

رُّسُلِهٖ مَنْ یَّشَآءُ
اور اللہ کی شان یہ نہیں کہ اے عام لوگو تمہیں غیب کا علم دے دے ہاں اللہ چن لیتا ہے اپنے رسولوں میں سے جسے چاہے

تو ہر صحابی اور تابعی کا عقیدہ تھا اور آج تک کے مسلمانوں کا بھی یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سرکار کو علم غیب عطا فرمایا ہے۔

میں نے بطور مثال آپ کے سامنے یہ چند آیات رکھی ہیں۔ پچھلے سال کی تقریر میں بھی اس طرح کا مواد تھا اور آخر میں خلاصہ موجود ہے۔

میری یہ تقریریں دنیا کا کوئی چاہے کتنا بڑا نقاد کیوں نہ ہو، جارح کیوں نہ ہو، کسی فرقے کا کتنا بڑا جھوٹا مبلغ کیوں نہ ہو، ان کو یہ پیش کریں اور ان سے جواب مانگیں، قرآن مجید کی دونوں قسم کی آیات آپ کے سامنے ہیں۔ ان دونوں پر غور وفکر کریں۔ ان کا سروے کریں۔ آخر میں یہی کہوں گا

آج لے ان کی پناہ آج مدد مانگ ان سے
پھر نہ مانیں گے قیامت میں اگر مان گیا

آج ان کا نفع نہ ماننے والو! حشر کے دن تمہیں کوئی نفع نہیں پہنچے گا۔ آج وقت ہے اپنی ان بری حرکتوں سے باز آ جاؤ، قرآن مجید برہان رشید کے مفہوم کو مت تبدیل کرو تا کہ قرآن مجید جو کہ کتاب ہدایت ہے اس سے صحیح ہدایت سب کو مل سکے۔

بیانات حضرت علامہ محمد اشرف آصف جلالی

سیالوی کیسٹ ہاؤس

جامع مسجد رضائے مجتبیٰ ایکس بلاک پیپلز کالونی گوجرانوالہ

1۔ توحید کیا ہے؟
2۔ شرک کیا ہے؟
3۔ توحید باری تعالیٰ اور مقام نبوت
4۔ حمد باری تعالیٰ
5۔ اللہ تعالیٰ اور اللہ والے
6۔ قرب الٰہی کے وسائل
7۔ عشق مصطفیٰ ﷺ
8۔ نسب مصطفیٰ ﷺ
9۔ جمال مصطفیٰ ﷺ
10۔ محبت رسول ﷺ
11۔ رحمتہ اللعالمین ﷺ
12۔ تعظیم رسول ﷺ
13۔ برکات نام مصطفیٰ ﷺ
14۔ معجزہ معراج النبی ﷺ
15۔ اسرار معراج النبی ﷺ
16۔ حیات النبی ﷺ
17۔ ختم نبوت ﷺ
18۔ ختم نبوت کی برکات
19۔ فلسفہ معراج النبی ﷺ
20۔ سیرۃ النبی ﷺ کی بہاریں
21۔ تحفظ ناموس رسالت ﷺ
22۔ داستان محبت رسول ﷺ
23۔ رسول مبشر ﷺ
24۔ در رسول کی نوازشات
25۔ توہین رسالت ﷺ کے مختلف روپ
26۔ امامؑ الانبیاء کی وراثت
27۔ نورانیت رسول کریم ﷺ
28۔ منصب نبوت ﷺ
29۔ درود سلام
30۔ خلق عظیم

111۔ رموز زکوٰۃ

112۔ زکوٰۃ اسلام کا ایک رکن

113۔ اہمیت حج

114۔ جہاد کی برکات

115۔ صحابہ کرام میدان جہاد میں

116۔ اسرار قربانی

117۔ عشرہ ذوالحجہ کے فضائل

118۔ مسئلہ رفع یدین کی نوعیت

119۔ فاتحہ خلف الامام

120۔ کیا صرف درود ابراہیمی پڑھنا چاہیئے

121۔ غائبانہ نماز جنازہ

122۔ ایصال ثواب کی شرعی حیثیت

123۔ رابطہ ملت اور اہل سنت کی ذمہ داریاں

124۔ ہم سنی کیوں ہیں ؟

125۔ امتِ مسلمہ کو درپیش چیلنجز اور ان کا جواب

126۔ محاسبۂ نفس

127۔ غصہ کی مذمت

128۔ اصلاح قلب

129۔ صبر کا مفہوم

130۔ فحش گانوں کا عذاب

131۔ جھوٹ کی مذمت

132۔ حسد کی مذمت

133۔ ایثار اسلامی معاشرے کا حسن

134۔ مقام دل

135۔ دل اور وسوسہ

136۔ حرمت شراب

137۔ تواضع کی فضیلت

138۔ کسبِ حلال

139۔ تجارت اسلام کے آئینے میں

140۔ عفوو درگزر

141۔ خاندانی منصوبہ بندی

142۔ والدین کے ساتھ اچھا سلوک

143۔ فرشتوں کے احوال

144۔ خواب کے اسلامی احکام

145۔ اسلامی معاشرے میں مسجد کا مقام

146۔ ظہور حضرت امام مہدی علیہ السلام

147۔ کشف المحجوب پر ایک تبصرہ

148۔ حضرت مجدد الف ثانی ۔ خدمات و افکار

149۔ شبہات کا ازالہ

150۔ غزوہ بدر اور بیان عقائد